الله
رسول
محمد

مارچ
2009ء

قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ

القرآن الكریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ، مُجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے (الحدیث)

ماہنامہ

المرشد

ماہنامہ المرشد

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ، شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مارچ 2009ء صفر / ربیع الاول

جلد نمبر 30 | شمارہ نمبر 7

مدیر

چوہدری محمد اسلم

جوائنٹ ایڈیٹر: ضمیر حیدر

سرکولیشن مینجر: رانا جاوید احمد

کمپیوٹرائزنگ اینڈ لے آؤٹ

رانا شوکت حیات، محمد ندیم اختر

قیمت فی شمارہ 20 روپے

LRL # 41

فہرست

اداریہ	محمد اسلم	3
کلام شیخ	سیماب اویسی	4
اقوال شیخ	انتخاب	5
طریقہ ذکر	....	6
جہاد کے نام پر فساد ہو رہا ہے	امیر محمد اکرم اعوان	7
اللہ والوں کی زندگی	امیر محمد اکرم اعوان	18
یہود کی تاریخ	امیر محمد اکرم اعوان	24
بیعت کی اقسام	امیر محمد اکرم اعوان	30
اکرم التفاسیر	امیر محمد اکرم اعوان	34
سوال وجواب	امیر محمد اکرم اعوان	39
فنون لطیفہ	امیر محمد اکرم اعوان	44
کیا سوچنے کیلئے 61 سال کافی نہیں ہوتے	عمار چوہدری	45
یکساں قانون	اوریا مقبول جان	47
THE SPIRIT OF ISLAM	امیر محمد اکرم اعوان	49-56

بدل اشتراک

پاکستان	250 روپے سالانہ
بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش	
مشرق وسطی کے ممالک	100 ریال
برطانیہ - یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

انتخاب جدید پریس۔ لاہور 042-6314365 ناشر۔ عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن آفس = ماہنامہ المرشد اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ، ڈاکخانہ جوہر ٹاؤن، لاہور فون 042-5182727

Web Site:- www.zikr-e-ilahi.com E-Mail:info@alikhwan.org.pk

رابطہ آفس = ماہنامہ المرشد اے۔ٹی۔ایم بلڈنگ پل کوہیاں سمندری روڈ فیصل آباد فون 041-2668819 Mob: 0346-5207282

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

رہبانیت

"عیسائیوں کے تین طبقے ہوئے ہیں پہلا طبقہ جس نے کفار سے مقابلہ اور قتال کیا اور شہید ہوئے دوسرے وہ جن میں قتال کی قوت نہ تھی مگر باطل کو باطل کہا اور اثبات حق کی کوشش کی اور ایذائیں برداشت کیں شہید ہوئے۔ تیسرے وہ جو اس قابل بھی نہ تھے مگر کافرانہ ماحول سے سمجھوتہ نہ کیا اور آبادیوں کو چھوڑ دیا' شادیاں نہ کیں' گھر نہ بسائے اور یوں اپنا دین بچانے کی کوشش کی مگر پھر اس کی کما حقہ' رعایت نہ کر سکے اور بعد والوں نے ترک دنیا کو حصول دنیا کا ذریعہ بنا لیا اور بظاہر غریب اور فقیر نظر آنے والوں نے خزانے جمع کر لئے' حالانکہ حق یہ تھا کہ اس کی حدود نبھاتے مگر اس میں ناکام رہے۔

دین حق میں اگر کوئی شرعاً حلال اور مباح چیز کو حرام یا ناجائز سمجھے تو یہ کفر ہے اور دین کی تحریف میں داخل ہے۔ دوسرے یہ کہ کسی مباح کو حرام قرار نہ دے مگر کسی مذہبی یا دنیاوی غرض سے چھوڑ دے جیسے بیماری میں پرہیز یا جھوٹ وغیرہ سے بچنے کے لئے کم آمیزی یا مجاہدہ کے طور پر کم کھانا یا کم سونا تو یہ ایک مقصد کے حصول کا حیلہ ہے جب نصیب ہو جائے تو چھوڑ دے یہ تقویٰ یا حصول تقویٰ کی کوشش ہے اور تیسرے یہ کہ کسی مباح کو حرام تو نہیں جانتا مگر کسی شئے کا استعمال جیسے سنت سے ثابت ہے ویسے بھی نہ کرے اور اس کو نیکی خیال کرے تو یہ غلو ہے جس سے احادیث مبارکہ میں منع فرمایا گیا ہے۔"

اداریہ

اصلاح عالم کی بنیاد اصلاح نفس ہے

دنیا جنت نہیں ہے کہ ہر پل آرام، سکون اور راحت ہی میسر رہے اور کوئی تکلیف اور مشکل پیش نہ آئے۔ نظام قدرت یہ ہے کہ اقوام ہوں یا افراد، بحران، امتحان، مشکلات، مصائب اور مسائل سے سب کو پالا پڑتا ہی رہتا ہے اور اکثر اوقات یہی بحران اور امتحان ایک نئی زندگی کی نوید ثابت ہوتے ہیں۔ ایک دوسری صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ جب اپنے ہی غلط انداز فکر و عمل اور پے در پے غلطیوں کے باعث انسان خود اپنے لئے مشکلات پیدا کر لیتا ہے اور یوں پھنس کر رہ جاتا ہے کہ اُسے ان سے نکلنے کا بظاہر کوئی راستہ بھی سجھائی نہیں دیتا۔ وطن عزیز کے عوام بحیثیت قوم اس وقت کچھ اسی طرح کی صورتحال سے دوچار نظر آتے ہیں گذشتہ اکسٹھ سال کے طویل عرصے کے دوران کئے گئے غلط فیصلے، اعمال بد، لیڈر شپ کی خود غرضی و مفاد پرستی اور عام آدمی کی ناعاقبت اندیشی اب عملی شکل میں نظروں کے سامنے ہے۔ ملک میں امن و امان ناپید ہے، عدل و انصاف غائب ہے، بنیادی انسانی حقوق کی فراہمی مذاق بن چکی ہے، معیشت کا پہیہ جام ہو چکا ہے، سیاست کی جگہ تجارت ہو رہی ہے، بجلی، گیس اور تیل سے لے کر خوراک اور ادویات تک ہر شئے کا قحط نظر آتا ہے، ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آگ بھڑک رہی ہے اور ہر کوئی اُس کی تپش محسوس کر رہا ہے، امریکی طیارے بم برسا رہے ہیں، پاک فوج اپنے ہی عوام کے خلاف مورچہ زن ہے، پولیس چوکیاں میزائلوں سے اڑائی جا رہی ہیں۔ خودکش حملہ آور ہر طرف دندناتے پھرتے ہیں۔ بازاروں، منڈیوں اور چوکوں پر بم بلاسٹ ہو رہے ہیں۔ نہ مرنے والا جانتا ہے کہ مجھے کون مار رہا ہے اور کیوں مار رہا ہے، نہ مارنے والا جانتا ہے کہ میں کسے مار رہا ہوں اور کس لئے مار رہا ہوں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ بین الاقوامی پریشر ہر پل بڑھتا چلا جا رہا ہے اور عالمی قوتیں پاکستان کو خونخوار نظروں سے گھور رہی ہے۔

قوم کو ہمت و حوصلہ دینے اور سمت و منزل کا تعین کرنے والی سیاسی قیادت کہیں نظر نہیں آتی اور نام نہاد مجاہدین اسلام کی سرگرمیاں بڑھتی ہی چلی جا رہی ہیں۔ ان حالات میں وطن عزیز کا عام شہری شدید الجھن، گھبراہٹ، اضطراب اور مایوسی میں مبتلا ہے اور بظاہر اصلاح احوال کی کوئی صورت بھی نظر نہیں آتی۔ غلط اور صحیح کا امتیاز مٹ چکا ہے اور عام آدمی کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل تر ہو چکا ہے کہ حق پر کون ہے۔ اس بدترین صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے 8 فروری 2009ء کو دارالعرفان منارہ میں ماہانہ اجتماع کے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان نے حقائق سے پردہ اٹھایا، قوم پر جہاد اور فساد کا فرق واضح کیا اور اصلاح احوال کا حل بھی تجویز فرما دیا۔ آپ نے اپنے خطاب میں فرمایا

"جہاد کا معنی صرف قتل کرنا نہیں، جہاد کا معنی ہے ظلم و زیادتی کو روکنا اور عدل و انصاف قائم کرنا۔ جہاد یہ نہیں ہے کہ جس کا جی چاہے وہ جہاد کا اعلان کر دے اور دس دس نوجوانوں کی ٹولیاں بنا کر بھیجتا رہے اور لوگ سڑکوں پر قتل ہوتے رہیں، مسلمان مسلمان کا گلا کاٹتا رہے یہ جہاد نہیں فساد ہے جسے جہاد کا نام دے دیا گیا"۔ امیر المکرم نے مزید کہا کہ "آج پاکستان ہر طرف سے دشمنوں میں گھرا ہوا ہے، ایک سرے سے دوسرے سرے تک دنیا کی تمام طاقتیں اس کی خیر نہیں چاہتیں۔ پاکستان کے اندر ظلم ہو رہا ہے، پاکستانی فوج اپنے ہی عوام کا قتل عام کر رہی ہے اس سارے عمل کے پیچھے پس پردہ وہ لوگ ہیں جو خود کو مجاہد کہلواتے ہیں اور امریکہ سے کروڑوں ڈالر وصول کرتے ہیں۔ جہاد کی بنیاد یہ ہے کہ پہلے اپنے نفس سے جہاد کر کے عملی میدان میں خود کو مسلمان ثابت کیا جائے۔ اصلاح عالم کی بنیاد اصلاح نفس ہے جو خود کو بُرائی سے ہٹا کر نیکی پر کاربند کرنے کی کوشش میں جُت جائے وہی کسی دوسرے کو بھی بھلائی کے راستے پر لا سکتا ہے۔ خودکش حملے، فوج اور حکومت کے کارندوں کا قتل، بازاروں اور منڈیوں میں بم پھوڑنا یہ نہ جہاد ہے نہ ظلم روکنے کا طریقہ ہے۔"

امیر المکرم مدظلہ نے جس جرات، بہادری اور درد دل کے ساتھ معاشرے میں برپا ہونے والے فساد کے خلاف آواز بلند کی ہے بلاشبہ یہ وقت کا تقاضا ہے اور عام آدمی اہل حق سے بجا طور پر اس کی توقع رکھتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اہل حق اپنا فرض نبھاتے ہوئے آگے بڑھیں اور دنیا پر جہاد و فساد کا فرق واضح کریں اس فتنہ کے سدباب کے لئے اپنا کردار ادا کریں اور اُمت مسلمہ کو "جہاد اکبر" کی طرف راغب کرنے کے لئے بھرپور اور موثر آواز بلند کریں تاکہ معاشرے میں مثبت تبدیلی کا وہ عمل شروع ہو سکے اپنی ذات سے جس کی ابتدا ہوتی ہے۔

Mu— ... (signature)

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان، سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر — نشانِ منزل

کونسی ایسی بات ہوئی ہے — سوچ سمندر

متاعِ فقیر — آس جزیرہ — دیدہ تر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

فرماتے ہیں۔

"میری شاعری میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے بلکہ یوں کہئے کہ یہ اشعار ہیں یا نہیں، اس کی مجھے خبر نہیں، اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے اور نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے بہت سیکھا یا کم، سب کچھ محض اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔

اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرم کا فیضِ نظر ہے اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ کرے میں جو چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ میں آ سکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا کہ بندہ صرف بات پہنچا سکتا ہے باقی سب توفیقیں اللہ کو ہیں۔"

صدائے غیرت

فسانے جو کہ رکے پھیلے گلستاں میں
گلی گلی میں تپش دھوپ کی جلاتی ہے

ہوا کا طَور بھی ہے اپنے دشمنوں کی طرح
کلی کلی کے لئے برق کو بلاتی ہے

کلی کا چاک ہے سینہ تو گل کا دامن ہے
زمیں گل ہے کہ یہ خون میں نہاتی ہے

خبر تو لو کہ ہے یاں کون پاسبانِ چمن
وطن کی خاک بھی اہل وطن بلاتی ہے

پلٹ دو بجلیوں کو اور روک دو طوفان
یہ برق اپنا نشیمن ہی کیوں جلاتی ہے

تیری حیات کی ضامن گھٹا ہے اور کوئی
عجیب رنگ میں طیبہ سے اُٹھ کے آتی ہے

جلا کے راکھ یہ کرتی ہے خارزاروں کو
ہر ایک ڈال پہ پھولوں کو وہ سجاتی ہے

چلو کہ جو بھی ملے گا وہیں ملے گا ہمیں
کرم کی لے ہے مدینے کو جو بلاتی ہے

تو پاسبان چمن ہی بنا اسی کو مگر
کہ خوشبو جس سے محمد ﷺ کے در کی آتی ہے

سجائیں پھر سے چمن دیر ہو گئی سیماب
ہماری غیرت ملی ہمیں بلاتی ہے

اقوالِ شیخ

☆ ...... قرآن حکیم نے یہود ونصاریٰ سے دلی دوستی کو حرام قرار دیا لیکن مسلمانوں نے یہود ونصاریٰ سے دلی دوستی کر لی تو پھر اللہ کی نافرمانی مسلمانوں کو وہاں لے گئی جہاں یہود ونصاریٰ نے ان پر سواری شروع کر دی۔

☆ ...... کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ سے دنیاوی امور میں اس حد تک تعلقات رکھے جا سکتے ہیں جہاں تک وہ دین پر اثر انداز نہ ہوں۔

☆ ...... عملاً اور ارادتاً کافر کی گود میں گر جانا غلطی نہیں تبدیلی ہے کہ اب یہ شخص مومن نہیں رہا' یہ ایمان کے نہ ہونے کی دلیل ہے۔

☆ ...... جو لوگ صاحب مجاز مقرر ہوتے ہیں ان کا رشتہ عام آدمی کی نسبت زیادہ نازک ہو جاتا ہے ان کی کوئی چھوٹی کوتاہی بھی بڑی جواب طلبی کا سبب بن سکتی ہے۔

☆ ...... انبیاءؑ لوگوں کو قتل کرنے یا ملیا میٹ کرنے کے لئے تشریف نہیں لاتے بلکہ لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دینے اور زندگی کو بہار آشنا کرنے کے لئے مبعوث ہوتے ہیں۔

☆ ...... جہاد کا معنی قتل کرنا نہیں' جہاد کا معنی ہے ظلم وزیادتی روکنا اور عدل وانصاف قائم کرنا نیز جہاد اس ادارے کی ذمہ داری ہے جو معاشرے کا انتظام کرتا ہے جسے حکومت کہتے ہیں۔

طریقہ ذکر

امیر محمد اکرم اعوان

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد ورفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ اُس لطیفہ پر لگے جو کیا جارہا ہو۔

چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کہا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز رہے اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ:۔ ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کیلئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پہ لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا کر ٹکرائے۔

جہاد کے نام پر فساد ہو رہا ہے!

جہاد کی بنیاد یہ ہے کہ پہلے اپنے نفس سے جہاد کر کے عملی میدان میں خود کو مسلمان ثابت کریں۔ اصلاح عالم کی بنیاد اصلاح نفس ہے جو خود کو بُرائی سے ہٹا کر نیکی پر کار بند کرنے کی کوشش میں جُت جائے وہی کسی دوسرے کو بھی بھلائی کے راستے پر لا سکتا ہے۔ اپنے آپ کو، اپنے وجود کو، اپنی ذات کو، اپنے نفس کو، اپنی سوچ و فکر کو اور اپنے ارادوں کو دین پر کار بند رکھنا جہاد اکبر ہے۔

امیر محمد اکرم اعوان

دار العرفان منارہ، ضلع چکوال 08-02-09

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰنِ الرجیمo

بسم اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیمo

وتعاونو اعلی البرو التقوی ولا تعاونو اعلی الاثم والعدوان (المائدہ آیت ۲)

اللہ جل شانہٗ کا یہ ارشاد عالی بحیثیت مسلمان زندہ رہنے کا ایک بنیادی اصول بتا رہا ہے کہ جسے بھی کلمہ حق نصیب ہوا ہے، جو بھی رسول اکرم ﷺ کے دامان رحمت سے وابستہ ہے جو خود کو مسلمان سمجھتا ہے اس کے لئے زندگی کا اصول یہ ہے کہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔

"بر" یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق کے ساتھ احسان کا برتاؤ کیا جائے اور لوگوں کے ساتھ معاملات کرتے ہوئے عدل و انصاف، امانت و دیانت کو ملحوظ رکھا جائے۔ تقویٰ یہ ہے کہ جو معاملہ اللہ کریم کے ساتھ ہو اس میں خلوص ہو، یہ دو باتیں اصول زندگی ہیں کہ جہاں مخلوق کے ساتھ ہمدردی ہو امانت و دیانت کے ساتھ حمایت ہو وہاں تعاون صرف بھلائی کے کاموں میں ہو صرف ان امور میں مخلوق سے تعاون کیا جائے جن میں اللہ کی رضا مطلوب ہو۔

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ۔ اور دو باتوں میں کبھی بھول کر بھی تعاون نہ کرنا ایک "اثم" دوسرا "عدوان"۔ "عدوان بر" کے مقابل ہے۔ لوگوں کے ساتھ ناروا سلوک، غلط معاملات، لین دین میں بددیانتی، جھوٹ بولنا، دوسروں کے حقوق غصب کرنا، اپنے حق سے زیادہ لینا یہ سب باتیں "اثم" میں شمار ہوتی ہیں اور احکام الٰہی سے بغاوت ایسی بُرائی ہے جسے "عدوان" کہتے ہیں اور یہ تقویٰ کے مقابل ہے۔

یہ وہ بنیادی اصول ہیں جن پر نبی کریم ﷺ نے پوری سلطنت اسلامیہ کو استوار کیا آپ ﷺ، خلفاء راشدینؓ اور بڑے بڑے عادل حکمرانوں نے عمل کر کے دکھایا۔ اللہ کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت کا مقصد ہی قیام امن ہے انبیاء لوگوں کو مارنے، قتل

کرنے یا ملیا میٹ کرنے کے لئے تشریف نہیں لاتے بلکہ لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دینے، حقیقی سکون مہیا کرنے زندگی کو بہار آشنا کرنے کے لئے مبعوث ہوتے ہیں۔ اگر لوگ مرتے ہیں تو یہ اُن کی اپنی بدنصیبی ہے۔ فرعون اگر اپنی پوری قوم کو لے کر غرق ہو گیا تو یہ فیصلہ فرعون کا تھا۔ فرعون کی قوم کا تھا حضرت موسیٰؑ نے تو بھرپور محنت کی کہ وہ عظمت الٰہی کا اقرار کرلے دنیا میں بھی محفوظ ہو جائے آخرت میں بھی محفوظ ہو جائے۔

نبی رحمت ﷺ کی تیرہ سالہ مکی زندگی میں کون سا ظلم ہے جو روا نہیں رکھا گیا تمام انبیاء سے زیادہ آپ ﷺ پر تکالیف آئیں اپنا وطن چھوڑنا پڑا۔ ہجرت فرمائی آپ ﷺ کے صحابہ نے حضور ﷺ کی اقتداء میں مال و منال چھوڑا۔ گھر، جائیدادیں چھوڑ کر ہجرت کی۔ آٹھ سال بعد مکہ فتح ہو گیا تو مکہ کی وہی آبادی تھی آٹھ سال زیادہ لمبا عرصہ نہیں ہوتا۔ صحابہؓ کے گھر اور جائیدادیں وہیں تھیں لیکن کسی صحابیؓ نے اپنی جائیداد واپس نہیں لی بلکہ مکہ میں قصر نمازیں پڑھیں کہ وہ یہ حقیقتاً سمجھتے تھے کہ جو کچھ انہوں نے اللہ کی راہ میں چھوڑ دیا تھا اُس سے اب اُن کا کوئی تعلق نہیں رہا وہ تو اللہ کی راہ میں سب کچھ چھوڑ کر ہجرت کر چکے۔

حضور ﷺ جب بحیثیت فاتح مکہ میں رونق افروز ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا انتم الطلقاء جاؤ تم سب کو آزاد کر دیا گیا۔ آپ ﷺ نے سب کو آزاد کر دیا کسی سے انتقام نہیں لیا گیا کسی کو قتل نہیں کیا گیا۔ اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کا مقصد بعثت بندوں کو اللہ سے واصل کرنا انہیں اللہ کا بندہ بنانا ہوتا ہے بندوں کو محض قتل کرنا نہیں۔ لیکن جو لوگ خود اپنی تباہی پر تُل جائیں وہ انبیاء کی رحمت کو بھی قبول نہیں کرتے اور بدنصیبی کی راہ لیتے ہیں۔ سب سے بدنصیب وہی لوگ ہوتے ہیں جو انبیاء کے ہاتھوں مرتے ہیں۔ جو اللہ کے نبیؐ کی فوج کے ہاتھوں قتل ہوتے ہیں۔ علماء کرام ایک ایسے بدنصیب شخص ابی بن خلف کا واقعہ درج کرتے ہیں کہ اس نے مکہ میں ایک گھوڑے کا بچہ پال رکھا تھا جسے وہ مکئی کے دانے کھلا کر پالتا تھا تاکہ وہ تندومند گھوڑا بنے اور وہ اس پر سوار ہو کر نبی اکرم ﷺ کے مقابل آئے۔ اس نے یہ بات نبی کریم ﷺ کے سامنے کہی کہ وہ اس گھوڑے پر سوار ہو کر معاذ اللہ آپ ﷺ کو قتل کرنے آئے گا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تو میرے ہاتھوں واصل جہنم ہوگا۔ احد میں وہ اسی گھوڑے پر سوار ہو کر آیا اور آپ ﷺ پر حملہ آور ہوا آپ ﷺ نے اس پر نیزہ پھینکا جو اس کی گردن پر لگا اسے ایک معمولی خراش لگی لیکن وہ ایسا تڑپا کہ گھوڑے سے گر گیا چیختا چلاتا رہا کہ واللہ محمد ﷺ نے مجھے مار ڈالا یہ سن کر اس کے ساتھیوں نے اس کا زخم دیکھا تو حیران رہ گئے کہ وہاں تو ایک معمولی خراش تھی انہوں نے کہا اس معمولی خراش پر تمہیں اتنی گھبراہٹ کیوں ہے؟ اس نے کہا اس خراش سے جو شدید تکلیف مجھے ہو رہی ہے وہ یوں ہے گویا اس میں آگ بھر گئی ہے جس نے مجھے تڑپا کر رکھ دیا ہے میں اسی زخم سے مر جاؤں گا انہوں نے کہا یہ زخم ایسا نہیں کہ تم اس سے ہلاک ہو جاؤ۔ اس نے کہا لیکن حضرت محمد ﷺ نے مکہ میں مجھ سے کہا تھا کہ وہ مجھے قتل کریں گے۔ اُن کی بات پوری ہو کر رہے گی اور وہ مکہ پہنچنے سے پہلے واصل جہنم ہو گیا۔ علماء حق لکھتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ابی بن خلف کے سوا کسی کو قتل نہیں کیا نہ اس سے پہلے نہ اس کے بعد وہ شخص سب سے زیادہ بدقسمت تھا۔ جو محمد رسول ﷺ رحمۃ للعالمین کے ہاتھوں قتل ہوا۔

دس سالہ حیات مدنی میں کم و بیش چوراسی غزوات و سرایہ ہیں جو نوزائیدہ مملکت اسلامیہ کو لڑنا پڑیں۔ جن جہادی مہمات میں حضور ﷺ بنفس نفیس جلوہ افروز ہوئے انہیں غزوات کہتے ہیں جن

میں آپ ﷺ نے کسی کو اپنا قائم سپہ سالار بنا کر بھیجا اسے سریہ کہتے ہیں یہ چوراسی حکومتی جنگیں تھیں حکومتیں حکومتوں سے لڑ رہی تھیں اس کے باوجود مقتولین کی تعداد کیا تھی اگر مجھے صحیح یاد ہے تو کفار مقتولین کی تعداد چودہ سو کے قریب ہے اور چوراسی جنگوں میں مسلمان شہداء کی تعداد تین سو کے لگ بھگ ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ جہاد کا معنی قتل کرنا نہیں جہاد کا معنی ہے ظلم وزیادتی سے روکنا اور عدل وانصاف قائم کرنا نیز جہاد اس ادارے کی ذمہ داری ہے جو معاشرے کا انتظام کرتا ہے جسے حکومت کہتے ہیں۔ جہاد یہ نہیں ہے کہ جہاں جس کا جی چاہے وہ جہاد کا اعلان کر دے اور دس دس نوجوانوں کی ٹولیاں بنا کر بھیجتا رہے اور لوگ سڑکوں پر قتل ہوتے رہیں مسلمان اپنے ہی مسلمان بھائیوں کو قتل کرتے رہیں عوام الناس کو قتل کرتے ہیں۔ یہ جہاد نہیں یہ فساد ہے جسے جہاد کا نام دے دیا گیا ہے۔ جہاد تو اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ ملک میں تو اسلامی حکومت ہی نہیں حکمران تو اسلام پر عمل ہی نہیں کرتے اور ایسا ماحول بنا دیتے ہیں کہ اسلام پر عمل دشوار ہوتا ہے تو عوام الناس کو سوچنا چاہیے کہ ایسے لوگوں کو حکمران کون بناتا ہے؟ میں اور آپ ہی تو چنتے ہیں یہ ہمارا ہی انتخاب ہیں حکمران تو ہمارے ہی کردار کی تصویر ہیں اگر ہم نے اس حکومت کو ووٹ دیئے ہیں تو اس انتخاب کے ذمہ دار بھی ہم ہی ہیں ووٹر آسمانوں سے نہیں اُترتے نہ ہی بیرون ملک سے آتے ہیں چوروں کو حکمران بھی ہم خود بناتے ہیں۔ ہمیں اپنے ملک کے سیاسی افراد کا پتہ ہے ہر کوئی بزنس کرتا ہے مشہور دو سیاسی جماعتیں امیدوار سے دو کروڑ لیں تو اپنا ٹکٹ دیتی ہیں کم معروف سیاسی جماعتیں بھی پچاس ہزار اور کہیں پچیس ہزار پر ٹکٹ فروخت کرتی ہیں۔ جو شخص کسی سیاسی پارٹی کا ٹکٹ خریدتا ہے اسے پھر ووٹر بھی خریدنے پڑتے ہیں۔ ایسے ووٹر کارندے ہوتے ہیں جو کثیر التعداد ووٹر اکٹھے کرتے ہیں جس کی اشتہار بازی سے یا اپنے اپنے ذاتی مفادات کو مدنظر رکھ کر عام ووٹر ووٹ دیتا ہے۔ ترتیب یوں بنتی ہے کہ اگر کسی نے دو کروڑ میں پارٹی ٹکٹ لیا تو اسے الیکشن جیتنے کے لئے چار کروڑ چاہیں۔ جو بزنس کرنے والا چھ کروڑ انویسٹ کرتا ہے وہ اپنے لئے بارہ پندرہ کروڑ بنائے گا یا عوام کے مسائل حل کرے گا؟ سیاست وحکومت ایک تجارت ہے جس میں لوگ پیسہ لگاتے ہیں اور پیسہ بناتے ہیں۔ ووٹر بھی مفاد دیکھ کر ووٹ دیتا ہے' بیٹوں کی ملازمت حاصل کرنے کے لئے' زمینوں پلاٹوں کی الاٹمنٹ کے لئے' کسی نہ کسی دنیوی مقصد کے حصول کے لئے ہی ووٹر بھی ووٹ دیتا ہے تو پھر جب ہر کوئی اپنا اپنا مفاد حاصل کر رہا ہے تو پھر حکومت سے عوام کی بھلائی کی امید وابستہ کرنا کیسا؟ ووٹر نے تو ووٹ کے ذریعے اپنی اجرت لے لی بات ختم ہوگئی لہٰذا عوام الناس کا جہاد یہ ہے کہ اس بُرائی کے خلاف جہاد کریں اپنی نیت درست کریں اپنا عمل درست کریں بُرائی کے خلاف جہاد کرنے سے پہلے اس بُرائی کو اپنے آپ سے علیحدہ کریں' سب سے پہلے اپنا رویہ درست کریں

ایک بزرگ کی خدمت میں ایک خاتون بچہ لیے حاضر ہوئی کہ یہ گڑ بہت کھاتا ہے اور بیمار ہو جاتا ہے آپ اسے منع فرما دیجئے یا دم فرما دیجئے۔ آپ نے خاتون سے فرمایا اسے اگلے دن لانا۔ اگلے دن وہ حاضر ہوگئی آپ نے بچے کو سمجھا دیا اور زیادہ میٹھا کھانے سے منع فرما دیا۔ اس خاتون نے عرض کی کہ اس بات میں کیا مصلحت ہے کہ آپ نے اس نصیحت کو اگلے دن تک موخر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس نصیحت کو اس لئے موخر کیا کہ جس وقت تو بچے کو لائی تھی میں خود میٹھا کھا چکا تھا۔ آپ کو یہ بات پسند نہ آئی کہ وہ بچے کو اس بات سے روکیں جسے خود انہوں نے

ابھی کیا ہو۔

آج جب ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ عوام کو حقوق دے تو پھر ہم بھی مفادات کے بجائے اصولوں کی بنیاد پر ووٹ دیں اور اچھے صالح حکمران منتخب کریں۔ ہم صالح حکمران اسی وقت منتخب کر سکیں گے جب ہم خود صالح تاجر' نیک ملازم' دیانت دار افسر ہوں گے لیکن جب ہم خود ذخیرہ اندوزی کریں گے۔ اشیائے ضرورت عوام کو مہنگے داموں فروخت کریں گے لوگوں کو اپنے جائز حقوق حاصل کرنے کے لئے بھی افسروں' چپڑاسیوں' کلرکوں کو پیسے دینے پر مجبور کریں گے ایسا ماحول بنا دیں گے جہاں انسانوں کو زندہ رہنے کے لئے حقوق بھی خریدنا پڑیں۔ ایسے معاشرے سے خیر کی توقع ناممکن بات ہے لیکن کیا اس ظلم وجود کا علاج یہ ہے کہ خودکش حملے کئے جائیں' بازاروں میں معصوم لوگوں کو قتل کر دیا جائے' بچوں کو یتیم بنا دیا جائے لوگوں کو معذور بنا دیا جائے۔ ظلم کے مقابلے پر مزید ظلم کیا جائے؟

کتنے عجیب ہیں وہ لوگ جو لوگوں کو خودکش حملوں پر یہ کہہ کر تیار کرتے ہیں کہ اپنے ساتھ بم باندھ کر لوگوں کو مار دو اور خود بھی مر جاؤ تم جنت چلے جاؤ گے۔ یہ کون سی جنت ہے جو اللہ نے (معاذ اللہ) قاتلوں کے لئے بنائی ہے۔ یہ وہ جنت نہیں جس کی خبر محمد رسول ﷺ نے دی ہے یہ ان لوگوں نے ایک فرضی جنت بنا رکھی ہے جیسی شداد نے بنا رکھی تھی جو ڈاکوؤں اور قاتلوں کے لئے ہے۔ جو معصوم لوگوں کو قتل بھی کرتے ہیں خودکشی کر کے حرام موت بھی مرتے ہیں پھر یہ امید بھی رکھتے ہیں کہ انہوں نے اتنے لوگوں کو قتل کیا ہے اب وہ جنت بھی چلے جائیں گے۔ یہ لوگ شداد کی جنت میں جائیں تو جائیں اللہ کریم تو عادل ہے اس کی جنت میں تو قاتلوں کی گنجائش نہیں ہے۔ شریعت اسلامی میں بلا عذر شرعی قتل کرنا ایسا جرم ہے کہ اگر اسلامی عدالت میں یہ ثابت ہو جائے تو اس کی سزا بہت سخت ہے اور اللہ کریم کے ہاں خلود فی النار ہے قاتل کو ہمیشہ دوزخ میں رہنا پڑے گا۔

اسلامی ریاست میں اگر کسی کے سامنے قتل ہوتا ہے تو بھی عینی شاہد قاتل کو قتل نہیں کر سکتا اسے قابو کر کے عدالت میں پہنچایا جائے اس پر جرم ثابت ہو۔ اس کے خلاف شہادت دی جائے لیکن اسے قتل کی سزا اسلامی عدالت دے گی اگر دیکھنے والے اسے قتل کر دیں گے تو پھر خود بھی قتل کے جرم میں گرفتار ہو کر قاتل کی سزا پائیں گے۔

اسلام کا نام لے کر جہاد کا نام لے کر جنت کا لالچ دے کر شریعت اسلامی کے خلاف انسانوں کا ناروا قتل کیسے جائز ہو گیا؟ آج اسلام کے نام پر ہزاروں لاکھوں لوگوں کے قتل کے فیصلے کون صادر کر رہا ہے؟ اس ظلم کی اجازت کون دے رہا ہے؟ یہ کمال ان لوگوں کا ہے جو پس پردہ رہ کر مسلمانوں کے خلاف کام کر رہے ہیں؟ جو پاکستانی عوام کو پاکستانی فوج کے خلاف اکسا رہے ہیں اور اسے جہاد بھی کہتے ہیں۔

ایسا ہی وقت سلطان صلاح الدین ایوبیؒ پر بھی آیا تھا انہوں نے نہایت اخلاص کے ساتھ اپنے بادشاہ کا جن کے وہ جرنیل تھے یہ ارادہ پورا کرنے کی ٹھان لی کہ بیت المقدس کو عیسائیوں سے آزاد کروانا ہے اس مقصد میں ان کی پوری زندگی لگ گئی یہ مہم بادشاہ کی زندگی میں شروع ہوئی اور بادشاہ کے بعد تک جاری رہی یہ ایک ہی معروف جنگ تھی جس میں بالآخر بیت المقدس فتح ہوا اس میں برطانیہ کا کنگ رچرڈ اور اس کے ساتھ دنیا بھر کی عیسائی افواج جمع ہوئیں سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کو عیسائیوں سے تو ایک ہی جنگ لڑنا پڑی لیکن اس سے زیادہ جنگیں سلطان کو ان نام نہاد مسلمانوں کے ساتھ لڑنا پڑیں جنہیں مال و دولت' عیش و عشرت اور دیگر دنیوی

مفادات ومراعات کے تحت خرید کر عیسائی سلطان کے خلاف کھڑا کر دیتے تھے۔ وہ مرد مجاہد تھا اسے اللہ نے اس عظمت سے سرفراز فرماتا تھا اور وہ بالآخر نام نہاد مسلمانوں اور عیسائیوں سے نبرد آزما ہوتے ہوئے بیت المقدس پہنچ گیا اور بزور شمشیر عیسائیوں سے بیت المقدس واگزار کروا لیا لیکن وہاں تک پہنچنے کے لئے اسے سینکڑوں جنگیں ان نام نہاد مسلمانوں سے لڑنا پڑیں جو عیسائیوں کی حمایت میں اس کے خلاف لڑتے تھے اور اسے کمزور کرنا چاہتے تھے۔ سلطان کی یہ عادت تھی کہ جنگ کے بعد شہداء کے جنازے پڑھا کر انکی تدفین کرواتے اور پھر مخالف فوجیوں کی میتوں کے جنازے بھی سلطان خود پڑھاتے تھے۔ ان کے کسی ساتھی نے ان سے پوچھ لیا کہ یہ مخالف تو جہاد کے خلاف ہم سے لڑتے ہیں آپ ان کے جنازے کیوں پڑھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ سادہ اور بھولے لوگ ہیں انہیں ان کے عیار لیڈر باور کراتے ہیں کہ سلطان صلاح الدین ایوبی وہابی ہے گستاخ و بے ادب ہے اسکے خلاف جنگ کرو یہ بغیر تحقیق کے اپنے جذبہ محبت کے تحت اُن کی بات مان لیتے ہیں اپنی دانست میں دین کی خدمت کرتے ہیں اس لئے میں اللہ کریم سے ان کی بخشش کی دعا کر دیتا ہوں کہ یہ بے چارے تو سادگی میں مارے گئے یہ اگرچہ دین کا راستہ روکنے کے لئے میرے مقابل آتے ہیں لیکن دین کی خدمت سمجھ کر آتے ہیں اصل مجرم ان کے عیار لیڈر ہیں جو پس پردہ رہتے ہیں۔ یہ تو سلطان کی فراخ دلی تھی کہ وہ ان کے جنازے پڑھا دیتے تھے ورنہ جو بندہ بھی بُرائی میں تعاون کرتا ہے وہ کتنا ہی سادہ کیوں نہ ہو وہ بہر حال قرآن حکیم کے اس ارشاد کے خلاف کام کرتا ہے۔ بُرائی میں تعاون ہر حال میں منع ہے بُرائی میں تعاون کرنے والا بُرائی کرنے میں شامل ہے۔ یہ تو سلطان کی عالیٰ ظرفی تھی کہ وہ انکے جنازے بھی پڑھا دیتے تھے۔

آج پاکستان میں بھی یہی عالم ہے ہر طرف سے دشمنوں میں گھرا ہوا ہے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دنیا کی تمام طاقتیں اس کی خیر نہیں چاہتیں۔ پاکستان کے اندر جو ظلم ہو رہا ہے پاکستانی فوج جس طرح اپنے عوام کا قتل عام کر رہی ہے ان سب کے پس پردہ وہ لوگ ہیں جو خود کو مجاہد کہلواتے ہیں اور امریکہ سے کروڑوں ڈالر لیتے ہیں۔ امریکہ ہمارے حکمرانوں کو خیرات دیتا ہے کہ مقابل اپنی فوج بھیجو تاکہ آپس میں لڑیں دوسری طرف نام نہاد مجاہدین کو بھی کروڑوں ڈالر دیتا ہے کہ فوج کو الجھائے رکھو۔ یہ مت سمجھیں کہ کوئی مفت میں آگے سے لڑ رہا ہے۔ عوام کو تو رقوم بینکوں کے ذریعے آتی ہیں مقامی کرنسی کی صورت میں ملتی ہے اور ان لوگوں کو جو رقوم ملتی ہیں وہ علاقہ غیر میں سوات میں خچروں پر لد کر ڈالرز آتے ہیں جس طرح پتھر ڈھوئے جاتے ہیں اس طرح بوروں میں لد کر ڈالر آتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو خچروں پر لائے ڈالر وصول کرتے ہیں اور لوگوں کو فوج کے خلاف ابھارتے ہیں۔

جس فوج کو آپ نے اپنے لخت جگر دیئے جس فوج کو ہم اپنے جوان بیٹے دیتے ہیں اور انہیں تاکید کرتے ہیں کہ اسلامی ملک کے تحفظ کے لئے تمہیں جان دینی ہے اسی فوج کو انہوں نے یہاں لڑا لڑا کر نڈھال کر دیا ہے یہ کون سا جہاد ہے؟

اکسٹھ سال سے کشمیریوں کی مدد ہو رہی ہے کیا مدد ہو رہی ہے؟ کچھ بندے ہندوستان کے دس فوجی مار دیتے ہیں۔ وہ دس ہزار کشمیری شہید کر دیتے ہیں۔ ان اکسٹھ سالوں میں کشمیر میں کیا تبدیلی آئی ہے سوائے اس کے کہ کشمیریوں پر مظالم اور بڑھ گئے ہیں۔ ان جہادوں کے علمبردار بڑی بڑی جماعتوں کے سربراہان لوگوں کے بچوں کو سکولوں، کالجوں سے اٹھوا کر کشمیر کے جہاد پر بھیجتے رہے اور

شہید کرواتے رہے اور ان کے اپنے بچے امریکہ میں پڑھتے رہے ان کے اپنے اکاؤنٹ امریکہ میں محفوظ رہے ان کی اولادیں امریکہ سے تعلیم حاصل کر کے آتی رہیں اور پاکستان میں بہترین جگہوں پر اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوتی رہیں۔

مولوی بے چارہ فحاشی کے خلاف ٹی وی توڑتا رہا اور اس بات سے بے خبر رہا کہ اصل بے حیائی تو انٹرنیٹ پر آ چکی تھی لیکن جہاد کے علمبرداروں کی اولاد اس سے بے خبر نہیں تھی۔ انٹرنیٹ پر بے حیائی پھیلانے کا پہلا لائسنس ایک دینی جماعت کے سربراہ کے بیٹے کا بنا تھا۔ بے حیائی پھیلانے کا پاکستان میں پہلا لائسنس اس شخص کو ملا جو ایک دینی جماعت کے سربراہ کا بیٹا تھا۔ دینی جماعت کا وہ سربراہ جہاد کشمیر کا علمبردار ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے بیٹوں کو امریکہ بھیجتے ہیں اور لوگوں کے بچوں کو کشمیر۔ سارا دن امریکہ مردہ باد کہتے ہیں اور قوم سے جو پائی پیسہ بھی ملے وہ امریکہ میں جمع کراتے ہیں۔

عام آدمی کب جانے گا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کب یہ سوال کرے گا؟ یہ سوال کرنے کے لئے پہلے خود کو مخلص کرنا پڑے گا سوائے اللہ کے کسی سے نہ امید رکھنا ہوگی نہ ڈرنا ہوگا۔ ہماری بھی کسی حکومت سے اس لئے نہیں بنتی کہ ہم الحمدللہ ہمیشہ سچی بات کہتے ہیں اور سچ حکمرانوں کو ہضم نہیں ہوتا۔ حکمران خوشامد سننے کے عادی ہوتے ہیں۔ اقتدار کے ایوانوں میں خوشامدیں سنی جاتی ہیں حقائق نہیں۔ ہمارے سچ کہنے کی وجہ سے ہر حکومت مخالف رہی ہے مشرف کی فوجی حکومت نے بڑا زور لگایا اللہ کا شکر ہے ہمارا تو کچھ بھی نہیں بگڑا اور نہ ہم سچ کے مسلک سے ہٹے ہیں نہ ہمارا کوئی کچھ بگاڑ سکا نہ ہی آئندہ بگاڑ سکے گا اس لئے کہ ہم خلوص سے اللہ کے لئے کام کرتے ہیں اور اللہ کریم خود ہی ہماری حفاظت فرماتا ہے۔ میں یہ بات اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ ظلم و زیادتی اس قدر بڑھ چکی ہے کہ اس کے اسباب اور اس کے علاج و تدارک کے لئے عام آدمی کو سوچنا پڑے گا۔ عام آدمی کے سامنے وکلاء مثال ہیں وہ حکومت کی پالیسیوں سے متفق نہیں ہیں۔ جج خوش نہیں ہیں اور وہ دو سال سے احتجاجی تحریک چلا رہے ہیں لاکھوں کے مجمع میں کس قدر نظم و ضبط ہوتا ہے کہ کبھی کسی جگہ کوئی بلب نہیں ٹوٹا راستے میں کسی راہگیر کو تکلیف نہیں دی کسی دکاندار کا نقصان نہیں کیا۔ عوام کو احتجاج کرنا ہے تو پرامن احتجاج کریں لوگوں کو حقیقت سمجھائیں انہیں ان کے حقوق یاد کروائیں اور انہیں اس بات پر قائل کریں کہ جہاد کی بنیاد یہ ہے کہ پہلے اپنے نفس سے جہاد کر کے عملی میدان میں خود کو مسلمان ثابت کریں۔ اصلاح عالم کی بنیاد اصلاح نفس ہے جو خود کو بُرائی سے ہٹا کر نیکی پر کاربند کرنے کی کوشش میں جُت جائے وہی کسی دوسرے کو بھی بھلائی کے راستے پر لا سکتا ہے۔

اپنے ماحول کو دیکھیں کہ کسی وجہ سے بھی ہوا لیکن ملک میں بلاسودی بینکنگ کی اجازت مل گئی پھر یہ بھی دیکھیں کہ کتنے سرمایہ دار ہیں جنہوں نے اپنا سرمایہ بلاسودی اکاؤنٹ میں رکھا ہوا ہے اور سود لینا چھوڑ چکے ہیں تو جو شخص خود سود کھاتا ہو وہ اپنے نفس سے جہاد کیا کرے گا اور بُرائی کے خلاف معاشرے میں جہاد کیسے کرے گا؟

ہمارے معاشرے میں تاجر طبقے میں متمول طبقے میں دین کا رجحان یہ ہے کہ سال میں کئی بار عمرہ کرتے ہیں ہر سال حج پر جاتے ہیں داڑھیاں رکھی ہوئی ہیں نمازیں پوری پڑھتے ہیں لیکن کوئی ایک دکان ایسی نہیں ملے گی جہاں دکاندار صحیح قیمت بتائے صحیح چیز بیچے تو پھر یہ حج عمرے سیر سپاٹا تو ہو سکتا ہے اللہ کی عبادت نہیں۔ پھر ایسے عبادت گزاروں کا کیا کریں جن پر عملی زندگی میں اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ اگر پورے ملک میں کوئی بندہ ایسا نہیں ملتا جس پر اعتماد کریں اور وہ دھوکہ نہ دے تو یہ لوگ کس کے ساتھ جہاد کریں گے؟

جو لوگ خود بددیانت ہوں' جھوٹ بولنے والے اور حرام کھانے والے ہوں کیا وہ جہاد کریں گے؟ جہاد کیا چور' ڈاکو اور بددیانت لوگ کیا کرتے ہیں؟ جہاد تو افضل ترین عبادت ہے اور یہ اللہ کے مخلص بندے ہی کیا کرتے ہیں۔ یہ جہاد نہیں ہے کہ پولیس چوکی بم سے اڑا دی۔ چوکی پر پولیس کیا کرتی ہے؟ یہی کہ گاڑیوں کی مسافروں کی حفاظت کرتی ہے آوارہ گردی اور لوٹ مار سے بچاتی ہے کیا یہ جہاد ہے کہ حفاظت کرنے والوں کو بے گناہ مار دیا جائے۔ یہ جہاد نہیں اور حکومتی سطح پر ہونے والی بے انصافی اور ظلم کا جواب لاقانونیت بھی نہیں۔

حجاج بن یوسف کے خلاف تحریک چلی کہ یہ ظالم ہے اسے بنوک شمشیر اقتدار سے الگ کرنا ہوگا۔ وہ اس وقت عراق کا گورنر تھا اس کے خلاف سینکڑوں لوگ تلواریں سونت کر میدان میں آ گئے اس وقت حضرت حسن بصریؒ موجود تھے آپ نے اپنے متوسلین سے کہا کہ آبادیوں اور شہروں میں پھیل جاؤ اور انہیں کہو کہ لوگوں کو بتائیں یہ شخص ایک فرد محض نہیں ہے یہ عذاب الٰہی کی ایک صورت ہے اور عذاب تلواروں سے نہیں ٹلتا توبہ سے ٹلتا ہے۔ تلوار لے کر نکلو گے تو کسی کو ظلماً قتل کرو گے یا خود قتل ہو جاؤ گے عذاب مزید بڑھے گا آگ مزید آگ سے نہیں بجھائی جاتی اس کا علاج توبہ ہے اپنی اپنی اصلاح میں لگ جاؤ۔ اللہ نے تم پر ایسا حکمران اس لئے مسلط کیا ہے کہ تمہارا کردار ایسا ہو گیا ہے لہذا اپنے کردار کو بدلو تا کہ حکمران بھی بدلے۔ آپؒ نے یہ بات پورے صوبے میں پھیلا دی کہ اپنی اصلاح کر لو اللہ کوئی نیک بندہ حکمرانی کے لئے بھیج دے گا۔ انکی یہ بات بادشاہ تک بھی پہنچ گئی لوگ بھی تحریک چھوڑ کر اپنی اصلاح کی راہ پر گامزن ہو گئے۔ جہاد تو اصلاح احوال کے لئے ہے بندوں پر سے بندوں کی غلامی دور کرنے کے لئے ہے۔ لوگوں کے حقوق ان تک پہنچانے کیلئے ہے۔ جہاد محض قتال نہیں ہے' تاریخ اسلام اس بات کے عملی نمونوں سے بھری ہوئی ہے۔

محمد بن قاسم جب ہندوستان میں داخل ہوئے تو وہاں دشمن کا ایک بہت بڑا قلعہ تھا راجہ داہر کی وہاں بہت بڑی چھاؤنی تھی بہت تجربہ کار فوج تھی مسلمانوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا بڑا مقابلہ ہوا ہندوؤں کو شکست ہوئی اُن کا سپہ سالار اور اس کا بیٹا جو بڑا جرنیل تھا وہ زخمی ہو کر گرفتار ہوئے حضرت محمد بن قاسمؒ نے اس کے خصوصی علاج کا حکم دیا۔ اس کی تیمارداری کی نگرانی کی اسکی عیادت کے لئے گئے اور اچھی دیکھ بھال کرنے کا حکم دیا۔ وہ اپنے طور پر سوچتا رہا کہ یہ دیکھ بھال اس لئے ہو رہی ہے کہ یہ مجھے تندرست کرنے کے بعد مجھ سے فوجی راز معلوم کریں گے۔ جب وہ تندرست ہو گیا تو اسے اسکی وردی اس پر جرنیل کے مخصوص نشان والے چمکدار ستار اسکی سواری اس کا اسلحہ غرض اس کے شایان شان تمام اشیاء اسے پہنچا دی گئیں جب وہ اپنی وردی وغیرہ پہن کر تیار ہو گیا تو حضرت محمد بن قاسم خود تشریف لائے اور فرمایا میں جانتا تھا کہ تو جرنیل ہے اور فوج میں اعلیٰ عہدے پر فائز ہے۔ لیکن ہمارے مقابلے میں شکست کھا کر تم زخمی اور گرفتار ہوئے ہم نے تمہارا علاج بھی کیا اور تمہاری چیزیں بھی تمہیں واپس کر دیں ہیں ہم تمہارے علاقے پر کنٹرول حاصل کر چکے ہیں یہ تمہاری سواری ہے تم اپنے علاقے میں جا سکتے ہو تمہیں کوئی نہیں روکے گا وہ بڑا حیران ہوا اس نے کہا آپ ہمارے دشمن ہیں اور میں عام جرنیل ہی نہیں بلکہ کمانڈر ان چیف کا بیٹا بھی ہوں میں آپ کے لئے دوبارہ خطرناک ہو سکتا ہوں میں مزید فوج لے کر واپس آ سکتا ہوں۔ محمد بن قاسم مسکرائے اور فرمایا تم نے ہمارے پیغام کو نہیں سمجھا ہم تمہیں مارنے' قید کرنے یا غلام بنانے کے لئے نہیں آئے ہم تمہیں بتوں کی' بندوں کی غلامی سے آزاد کروانے

آئے ہیں تمہیں خوبصورت زندگی دینے کے لئے آئے ہیں لیکن اگر تم اس امن کی دعوت کو نہیں سمجھو گے اور پھر دوبارہ ہمارے مقابلے پر میدان میں آؤ گے تو کوئی حرج نہیں تم نے پہلے بھی ہم سے مقابلہ کر کے دیکھ لیا دوبارہ مقابلہ کر کے دیکھ لینا ہم سے ٹکراؤ گے تو نقصان تمہارا ہی ہوگا اس دنیا میں بھی بندوں کی غلامی اور آخرت بھی خسارے میں۔ وہ سن کر خاموشی سے چلا گیا راجہ داہر کے دربار میں پہنچا اپنی پوری رپورٹ دی۔ شکست کی وجوہات زیر بحث آئیں ان اسباب وعوامل پر بحث ہوئی کہ کیسے باہر سے آنے والی فوج مقامی فوج پر غالب آئی۔ جب ساری بحث وتمحیص مکمل ہوگئی تو اس نے آخر میں اپنی ذاتی بات کہہ دی اس نے راجہ داہر کے دربار میں کلمہ حق **لا الہ الااللّٰہ محمد رسول اللہ** پڑھ لیا اس نے کہا میں نے اس پیغام حق کو تو وہیں قبول کر لیا تھا میں تو وہیں مسلمان ہو گیا تھا لیکن وہاں اعلان کرتا تو آپ کہتے کہ اس نے ڈر کر کلمہ پڑھ لیا۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ وہ ہمارا بھلا چاہنے والے ہیں وہ ہمارے دشمن نہیں حقیقی دوست ہیں۔ دین اسلام کسی کا دشمن نہیں یہ دین لوگوں کو دنیوی عذاب سے بچانے کے لئے اور آخرت کے عذاب سے بھی بچانے کے لئے ہے۔ جو بات عذاب سے بچائے کیا وہ دشمن ہوتی ہے یا دوست؟ میں نے اسلام کو انسان دوست پایا ہے۔ میں نے تو یہ حق پا لیا ہے کہ وہ میرے دشمن نہیں ہیں دشمن ہوتے تو مجھے میدان میں تڑپتا چھوڑ دیتے تلوار کے ایک وار سے میرا سرتن سے جدا کر دیتے' میرا علاج نہ کرتے مجھے آزاد نہ کرتے۔ وہ میرے دشمن نہیں تم ہو جس نے بندوں کو غلام بنا رکھا ہے اس پر اس کو اور اس کے والد کو قید کر دیا گیا۔ جب دیبل فتح ہوا تو مسلمان قیدیوں کے ساتھ اُن کی بھی رہائی ہوئی' اسے کہتے ہیں جہاد!

یہ کون سا جہاد ہے جس کا ہمارے ملک میں رواج ہو گیا ہے کہ سبزی منڈی میں بم رکھ آؤ بارود سے بھری جیکٹ پہن کر سینکڑوں لوگ بے گناہ مار دو اور خود بھی مر کر جنت چلے جاؤ یہ راستہ جنت کا نہیں جہنم کا ہے۔ خودکش حملہ آور اللہ کے ہاں پہنچ کر کیا جواب دیں گے کہ انہوں نے کس کس کو مارا؟ کیوں مارا؟ ان بے گناہوں کا جرم کیا تھا؟ یہ کون سی جنت ہے جو ظلم کر کے ملتی ہے!

خودکش حملے کیوں ہوتے ہیں؟ ظلم بہت بڑھ چکا ہے' لوگ رزق کی تنگی کا شکار ہیں' لوگوں کو انصاف نہیں مل رہا' لوگوں کی آبرو لٹ رہی ہے کوئی فریاد رس نہیں' بچے مارے جا رہے ہیں کوئی پوچھنے والا نہیں حکومت خود ظالم ہے ظلم کو کب روکے گا؟ یہ حکومت کے مظالم کا غلط ردعمل ہے یہ حکومت کی ناانصافیوں کا ردعمل ہے خودکش حملے ظلم کا ردعمل ہے لیکن یہ ردعمل صحیح نہیں ہے لوگوں کو بتایا جائے سمجھایا جائے حکمرانوں کو بھی ظلم سے روکا جائے لیکن پُر امن طریقے سے۔ عوام کو بتایا جائے کہ حرام سے باز آجاؤ' حلال میں حرام نہ ملاؤ۔ ابھی ہمارے ملک میں ایسی پابندیاں نہیں ہیں کہ جو حرام نہیں کھانا چاہتا اسے زبردستی حرام کھلایا جائے۔ امریکہ اور یورپ میں جو حرام نہیں بھی کھانا چاہتا اسے اس پر مجبور کیا جاتا ہے۔ وہاں ایک عام سٹور کھولنا ہو تو بھی حکومت کی طرف سے پابندی ہے کہ اس پر کھانے پینے کے سیکشن میں حرام گوشت اور شراب بھی رکھی جائے' ہمارے ملک میں تو اس پر کوئی مجبور نہیں کرتا پھر ہم کیوں بددیانتی کر کے' چینی میں ملاوٹ کر کے' دودھ میں ملاوٹ کر کے' ناقص چیزوں کو مہنگا بیچ کر' ناپ تول میں کمی کر کے اشیائے ضرورت کی ذخیرہ اندوزی کر کے حلال کو حرام کر دیتے ہیں یعنی جہاں ہمیں حکومت بُرائی پر مجبور نہیں کرتی وہاں ہم خود بُرائی پر کیوں کمربستہ ہوتے ہیں؟ ہمارے اسی طرز فکر نے ہر چیز بکاؤ مال بنا دی ہے اب تو انصاف بھی بک رہا ہے لوگ عدالتوں سے فیصلے خرید لیتے ہیں اور نہ خریدیں تو مخالف

آپ کے خلاف فیصلہ خرید لیتا ہے۔ کسی زمانے میں جب ہم پرائمری میں پڑھتے تھے تو ایک لطیفہ سنا کرتے تھے کہ کسی نے ایک تھانیدار صاحب کو رشوت میں پگڑی دی وہ پگڑی ڈھاکے کی مشہور ململ کی تھی جو اتنی نفیس ہوتی تھی کہ مشہور تھا کہ پورا تھان ایک انگوٹھی میں سے گزر سکتا تھا۔ دوسرا فریق بھی اسی تھانیدار کے پاس آیا اور رات کو ایک گائے دے گیا۔ اگلے دن تھانیدار نے اس کے حق میں گواہی دے دی جس نے رشوت میں گائے دی تھی اس پگڑی دینے والے نے پوچھا جناب میری پگڑی کا کیا ہوا؟ تھانیدار نے کہا وہ پگڑی تو گائے کھا گئی۔ ہم جب یہ لطیفہ سنا کرتے تو حیران ہوتے تھے کہ ایسا ہونا تو ممکن نہیں یونہی کسی نے فسانہ بنا دیا ہے۔ لیکن آج یہ لطیفہ فسانہ نہیں حقیقت بن چکا ہے۔ آج اس سے بھی زیادہ ہو رہا ہے۔ رشوت لینے والے تو عیش کر رہے ہیں اور جو مزدوری کرنے جاتا ہے وہ قتل ہو جاتا ہے۔ کیا یہ ظلم خودکش حملوں سے رک جائے گا؟ کیا جواباً ظلم کرنے سے معاشرے میں انصاف کا دور دورہ ہو جائے گا۔ دہشت گردی کا علاج انصاف ہے ظلم کا علاج عدل ہے۔ دین نام ہے دنیا میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت میں زندگی بسر کرنے کا جہاد نام ہے اللہ کے دین پر عمل پیرا ہونے کی محنت کرنے کا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی اصلاح کو جہاد اکبر قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ ایک جہاد سے واپس تشریف لائے تو فرمایا **رجعنا من الجهاد الاكبر الى الجهاد الاصغر او كما قال رسول الله ﷺ** کہ ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف پلٹ آئے ہیں۔ میدان جنگ میں تلوار لیکر مار دینا یا مر جانا ایک جذباتی بات ہے خوش قسمت ہے جو ایسا کر گزرتا ہے لیکن یہ ایک دقت کی بات ہے اور ساری زندگی خود کو شریعت پر کاربند رکھنا جہاد اکبر ہے اور یہ بہت مشکل کام ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جہاد اکبر ہے۔ جس طرح میدان جہاد میں قتل ہونے والا شہید ہوتا ہے اسی طرح اپنے آپ کو، اپنے وجود کو، اپنی ذات کو، اپنے نفس کو، اپنی سوچ وفکر کو اور اپنے ارادوں کو دین پر کاربند رکھنا جہاد اکبر ہے جو اس میں مرتا ہے وہ بھی شہید ہے۔ بلکہ شہید اکبر ہے۔ وہ خوش نصیب لوگ تھے جن کے دن اور رات اللہ کی اطاعت میں کٹتے تھے اور یوں ان کا ہر کام عبادت ہو جاتا تھا اس کے باوجود وہ میدان جنگ میں بھی جذبہ شہادت سے سرشار ہو کر داد شجاعت دیتے تھے۔ حضرت خالد بن ولید وہ ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے "سیف اللہ" یعنی اللہ کی تلوار کا لقب عطا کیا تھا انہوں نے ساری زندگی جہاد کیا ان کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں تھا جس پر کسی خنجر، تلوار، تیر یا نیزے کا نشان نہ ہو لیکن ان کا وصال بستر پر ہوا تو کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت خالد بن ولید شہید نہیں ہوئے؟ لوگوں کو یہ بات بتائی جائے سمجھائی جائے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے نفس کے خلاف جہاد کرتے ہیں وہ بھی شہید ہیں اور معاشرے میں بُرائی کے خلاف ڈٹ جاتے ہیں یہ بھی جہاد ہے۔ لوگوں کو یہ بات سمجھانے کی ضرورت ہے کہ نوجوانوں کو گمراہ کر کے جنت کے لالچ میں خودکش حملے کروانا جہاد نہیں ہے اور جو نام نہاد علمبردار دین لوگوں کے بیٹوں کو اس کام کے لئے تیار کر کے مرواتے ہیں وہ اپنے بچوں کو اس جنت میں کیوں نہیں بھجواتے؟ اگر یہ نیکی ہے تو وہ اس نیکی میں اپنے بچوں کو شریک کیوں نہیں کرتے؟ یہ نیکی اپنے اہل خاندان کے لئے کیوں نہیں کرتے؟

حکومت تو پیسہ کمانے کے لئے حکومت کر رہی ہے لیکن عوام الناس بھی کچھ کم نہیں ہم بھی رشوتیں لے کر اپنے کام کراتے ہیں ہم بھی کہاں مطالبہ کرتے ہیں کہ رشوت بند کی جائے۔ ہم کہتے ہیں حکمران عیاش ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ انہوں نے سیاست میں

پیسہ انویسٹ کیا ہے پیسہ لگا کر حکومت میں کمانے آئے ہیں انہوں نے عوام سے مفادات کے بدلے ووٹ خریدے ہیں انہوں نے یہ ووٹ انصاف دینے کے لئے نہیں خریدے مزید کمانے کے لئے خریدے ہیں لہٰذا حکومت اسی وقت بدلی جائے گی جب ہم اپنے حصے کی دیانتداری کرنے لگیں گے۔ لوگوں کو یہ بات سمجھانے کی ضرورت ہے کہ آپ اپنے رویئے بھی بدلیں پہلے اپنے آپ کو حق پر قائم کریں پھر کسی دوسرے سے حق پر عمل کرنے کا مطالبہ کریں یہ صحیح طریقہ ہے ہر کام پرامن جدوجہد سے ہوسکتا ہے غلط اور صحیح کا فرق جانیں غلط کو غلط کہیں خواہ کرنے والا کوئی ہو اور صرف اس لئے غلط نہ کہیں کہ یہ حکمرانوں نے کیا ہے حکمران اگر کوئی درست کام کرتے ہیں تو درست کو درست کہا جانا چاہیے۔ لیکن سب سے پہلے اپنے عمل کی اصلاح کریں۔

لوگ سمجھتے ہیں کہ سود پر پیسہ بنک میں جمع کروا کر بڑی سہولت سے زندگی بسر ہوسکتی ہے جبکہ یہ سوچ ایک دھوکہ ہے۔ برکت صرف حلال میں ہے محنت بہت ضروری ہے اور مستقل مزاجی سے محنت ضرور رنگ لاتی ہے۔ مجھ پر اللہ کریم کا احسان ہے کہ 1950ء کے اواخر سے میں کوئلے کی کانوں کا بزنس کر رہا ہوں اور تب ہی سے میں انکم ٹیکس ادا کر رہا ہوں اللہ کریم نے مجھے بڑی وسعت وکشادگی عطا کی ہے لیکن تب سے لیکر آج تک میں نے بینک میں اپنا پیسہ سود پر نہیں رکھا بلکہ بینک والے میرا اکاؤنٹ رکھنے اور اسے سنبھالنے کے لئے مجھ سے "سروس چارجز" لیتے ہیں مجھے چیک بک بھی اُن سے خریدنا پڑتی ہے جبکہ سودی کھاتہ داروں کو وہ چیک بک اپنے پاس سے دیتے ہیں لیکن اللہ کا احسان ہے اس نے حلال میں مجھے وہ خوشحالی دی ہے جو سود لینے والے کبھی سوچ بھی نہیں سکتے۔ ایسے ایسے سود خور ہیں جنہوں نے دس دس سال کے لئے سرمایہ سود پر لگایا ہوا ہے ان کی رقم دگنی سے چوگنی ہوگئی ہے۔ لیکن وہ ان گاڑیوں کے بارے سوچ بھی نہیں سکتے جن گاڑیوں کو میں نے حلال ذرائع سے خریدا ہے جن میں میں سفر کرتا ہوں تو انہوں نے سود لیکر کیا پایا؟ اور سود نہ لے کر میرا کیا بگڑا؟ لیکن کوئی سود کے خلاف عملاً جہاد کرے تو سہی۔

اس کے بارے ایک ضمنی بات آ گئی کہ گورنمنٹ سروس کرنے والوں کو اکثر سود کی رقم مل جاتی ہے تو اس رقم کا کیا کرنا چاہیے ساتھی اس بارے میں اکثر پوچھتے رہتے ہیں۔ اس رقم کو عوام الناس کی ضرورت کے ان کاموں میں استعمال کرنا چاہیے جس میں کوئی پاکیزہ کام نہ ہوتا ہو مثلاً کمیونٹی غسل خانے بنوا دینا' محلوں میں نالیاں بنوا دینا' سڑک بنوا دی یعنی اجتماعی بھلائی کا کام ہو کسی فرد کے لئے ہی نہ ہو۔ اور اس میں کوئی پاک کام نہ کرنا ہو۔ اس کے علاوہ جہاں ظلماً رشوت دینی پڑے تو اس رقم سے دی جاسکتی ہے۔

رشوت کا مسئلہ یہ ہے کہ کوئی بھی شے جس پر آپ کا حق تو نہیں بنتا لیکن بندہ رشوت دیکر اسے حاصل کر لے تو یہ صریح طور پر رشوت ہے اور رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں جہنمی ہیں لیکن ایک چیز آپ کا حق بنتی ہے اور حاکم بالا' افسر' عدالتی کارندہ یا کلرک آپ کی کمائی ہوئی رقم آپ کی جائز کمائی جو آپ کا حق ہے اسے وہ روک لیتا ہے اور تقاضا کرتا ہے کہ زائد رقم اسے دیں تو وہ آپ کی جائز کمائی واگزار کرلے گا اس مسئلے میں آپ سے رقم لینے والا ڈاکے کا مجرم ہے ایسا ہی ڈاکو ہے جیسے کوئی ڈاکو کسی کو لوٹ لے۔ اس عمل کو رشوت نہیں ڈاکہ کہا جائے گا۔ رشوت اور ڈاکے کا فرق سمجھ کر معاملات کریں۔

لوگوں کو سمجھایئے کہ کس طرح وہ سود سے بچیں' رشوت سے بچیں حرام کا ایک پیسہ بھی اپنے اور اہل وعیال کے جسم کا حصہ نہ بننے دیں کہ جو

ذرہ گوشت حرام سے بنے گا وہ دوزخ میں جلے گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔لوگوں کو سمجھایئے کہ خودکش حملے' فوج اور حکومت کے کارندوں کا قتل' بازاروں اور منڈیوں میں بم پھوڑنا یہ نہ جہاد ہے نہ ظلم روکنے کا طریقہ ہے۔

جہاد کا شوق ہے تو جہاد کی تیاری کریں۔اپنی ذات پر محنت کریں تا کہ جب وقت جہاد آئے تو شمولیت ممکن ہو۔ملکی اور بین الاقوامی حالات اسی رخ جا رہے ہیں اب بہت جلد یہ وقت آ رہا ہے۔ سلطان صلاح الدین کی طرح بنو۔ بیت المقدس سامنے ہے غزوۃ الہند ہوگا یہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے میدان کارزار یہیں بنے گا اور پورا برصغیر اسلامی ریاست بنے گا اور پوری دنیا میں یہیں سے اسلام پھیلے گا۔ دنیائے کفر ایک طرف ہوگی اور مجاہدین اسلام دوسری طرف ہوں گے پورا برصغیر اسلامی ریاست بنے گا برصغیر پاکستان بنے گا اور پوری دنیا میں اسلام یہاں سے پھیلے گا۔

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ کریم یہ غزوہ ہماری زندگیوں میں برپا ہو اللہ ہمیں اتنی صحت و عافیت دے کہ ہم اس میں شامل ہوں' شہید ہوں' لہذا اپنی قوت کو اس میدان کے لئے محفوظ کروا پنے جسم کو تنومند رکھو خالص غذا کھاؤ' تھوڑا کھاؤ اور ورزش کرو جہاد کی تیاری کرو اور جہاد کے وقت حصہ لینے کے لئے تیار رہو۔

آج جو ہو رہا ہے وہ جہاد نہیں ہے فساد ہے۔فساد میں نہ مارے جانا اور اس بات کو لوگوں تک پہنچائیں کہ جہاد کیا ہے؟ اور جہاد کی تیاری کیا ہے؟

ہماری نہ حکومت سے دشمنی ہے نہ دوستی ہم جو بات بھی کرتے ہیں الحمدللہ وہ حق کی کرتے ہیں وہی کہتے ہیں جو اللہ کا حکم ہے جس کا حکم اللہ کے رسول ﷺ نے دیا ہے اور اللہ کی خوشنودی کے لئے کرتے ہیں نبی کریم ﷺ کے اتباع میں کرتے ہیں نہ میں تقریروں کی تیاری کرتا ہوں نہ ہی مجھے خود پتہ ہوتا ہے کہ کیا تقریر کرنی ہے جو توفیق ملتی ہے کہتا جاتا ہوں۔

اب ظلم حد سے بڑھ گیا ہے قتل و غارتگری کا بازار بہت گرم ہو چکا ہے لوگ اپنے وطن میں مہاجر ہو گئے ہیں اپنے علاقے ضلع اور تحصیل میں بھاگے بھاگے پھر رہے ہیں فوج حفاظت کے بجائے گولے برسا رہی ہے غیر ملکی ایجنسیاں ملک میں داخل ہو چکی ہیں غیر ملکی ایجنٹ غیر ملکی سرمائے سے فساد کر رہے ہیں یہ جہاد نہیں ہے اس فساد کو روکیں اور غزوۃ الہند کی تیاری کریں۔

اللہ کریم ہم سب کو ہمت و توفیق دے کہ اس فساد کو روکنے میں اپنا کردار ادا کر سکیں یاد رکھیں! سب سے بڑا جہاد اپنے آپ کے ساتھ ہے۔اپنے آپ کو سنت پر کاربند بنائیں اپنی زندگی کو اطاعت الٰہی اور اتباع رسالت کے سانچے میں ڈھالیں اپنے ماحول کو پاکیزہ بنائیں اپنے ساتھیوں رشتہ داروں کو اللہ اللہ کی تلقین کریں ذکر الٰہی سکھائیں' لوگوں کی امیدیں اللہ سے وابستہ کریں اور کوشش کریں کہ قوم فساد سے بچ سکے اور اپنی قوت کو جہاد کی تیاری پر صرف کر سکے۔

و آخر دعونا ان الحمدللہ رب العالمین

گھر بیٹھے حضرت شیخ المکرم مدظلہٗ کے خطابات سنئے

CD`s اور DVD بذریعہ ڈاک منگوائی جاسکتی ہے۔

CD	۲۵ روپے
DVD	۳۰ روپے
آڈیو	۳۰ روپے

ڈاک خرچ ۵۰ روپے

منگوانے کا پتہ۔مرکزی لائبریری دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

فون 0543-562200

اللہ والوں کی زندگی

امیر محمد اکرم اعوان
دار العرفان منارہ، ضلع چکوال 18-01-08

الحمدللّٰہ رب العٰلمین o
والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمد وّاٰلہٖ
واصحابہٖ اجمعین o
اعوذ باللّٰہ من الشیطٰنِ الرجیم o
بسم اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیم o
لایغرنک تقلبُ الذین کفروا فی البلاد o ....
واتقوا اللّٰہ لعلکُم تفلحون o سورۃ العمران آیات ۱۹۶ تا ۲۰۰

اللھُم سبحنک لا علملناَ الا ما علمتنا
اِنکَ انت العلیمُ الحکیم
مَولایَ صَلِ وَسَلِم دَائِماً ابداً
عَلیٰ حَبیبکَ مَنْ زانت بِہٖ العُصُروا

اے مخاطب کفار کا ملکوں پر شہروں پر قابض رہنا اور حکومتیں بنانا تمہیں کسی غلط فہمی میں نہ ڈال دے اس لئے کہ کفر ایک ایسا راستہ ہے جسے ہر حال میں جہنم تک جا کر ختم ہونا ہے دنیا کی زندگی تھوڑی سی ہے یہ تھوڑی سی فرصت و مہلت میں تھوڑے وقت کے لئے عیش کر رہے ہیں لیکن یہ جس راستے پر چل رہے ہیں اس کا دوسرا سرا دوزخ سے ملا ہوا ہے۔

دنیا عالم اسباب ہے اس کے اپنے تقاضے ہیں اور نتائج اسباب پر مرتب ہوتے ہیں اس لئے دنیا کے حصول کے لئے اگر کافر بھی اسباب دنیوی حاصل کرے گا تو اُسے بھی دنیوی نعمتیں ضرور ملیں گی اور اگر مومن اختیار کرے گا تو اسے دوہرا فائدہ حاصل ہوگا اس لئے کہ اسلام کی بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ بندے کا اپنے مالک کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اور دنیا کی زندگی کا دورانیہ بہت چھوٹا ہے محدود ہے اور چند برسوں پر محیط ہے اور اخروی زندگی نہ ختم ہونے والی ہے اس لئے حقیقی کامیابی وہی ہے جو دائمی اور ابدی زندگی میں نصیب ہو۔ اس آیت کریمہ سے یہ مراد نہیں ہے کہ مومن دنیا میں کام کرنا چھوڑ دے بلکہ مومن کے کام کرنے میں یہ برکت ہے کہ اس سے ایک فرد کا فائدہ نہیں ہوتا بلکہ خلق خدا کا فائدہ ہوتا ہے اور دنیا تو قائم ہی مومنین کے باعث ہے اللہ اللہ کرنے کے باعث ہے دنیا کی حیات بھی ایمان باللہ ہے اور مومن تو مکلّف ہے کہ جائز وسائل اختیار کرے رزق حلال کمائے انصاف کرے عدل عام کرے اور اسلامی نظام کو معاشرے میں اپنے عمل سے رائج کرے اور محض دنیا کے حصول کے لئے ناجائز ذرائع اختیار نہ کرے۔ جس دور سے ہم گزر رہے ہیں یہاں ہمارے پاس مسلمانی کا دعویٰ ہے اللہ کریم ہمارے اس دعوے کو قبول فرمائے اور ہماری نجات کا سبب بنا دے لیکن عملی طور پر اسلامی تہذیب' اسلامی اقدار' اسلامی معاشرت' اسلامی زندگی گزارنے کے طریقے اسلوب اور سلیقے ہم کھو چکے ہیں جبکہ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جب بھی مسلمانوں نے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے وفا کی اور اپنی زندگی کو اسلام کے سانچے میں ڈھالا تو انہیں دنیوی علوم بھی نصیب ہوئے'

دنیاوی ترقی اور دنیاوی حکومتیں بھی ملیں۔لیکن جب ہم اپنی بنیاد سے ہٹے تو پھر صرف اسباب کی جنگ رہ جاتی ہے جب مسبب الاسباب کو بھول بیٹھے تو مقابلہ صرف اسباب کا رہ گیا پھر جس طرف اسباب زیادہ ہوں گے اس طرف نتائج زیادہ مرتب ہونگے اگر بھروسہ مسبب الاسباب پر ہو اور نبی کریم ﷺ کا اتباع اختیار کیا جائے تو پھر مسبب الاسباب تھوڑے اسباب کے زیادہ نتائج دے دیتا ہے۔

متاعٌ قلیلٌ ثم ماوٰهم جهنمُ ط وبئسَ المهادُ٥

کافر کا دنیوی عروج وقتی ہے کیونکہ یہ عارضی دنیا جلد ختم ہو جانے والی ہے یہاں کا عیش و آرام بھی قلیل ہے لیکن کفر وہ راستہ ہے جسے انہوں نے اختیار کر رکھا ہے کہ وہ جہنم تک لے جائے گا اور دوزخ بہت ہی تکلیف دہ جگہ ہے۔

لکن الذین اتقوا ربھم لھم جنتٌ تجری من تحتھا الانھٰرُ خلدین فیھا . اس کے مقابلے میں جو لوگ اپنے پروردگار سے اپنے پالن ہار سے رابطہ رکھتے ہیں اسکی اطاعت میں کوشاں رہتے ہیں اس سے اُن کا قلبی تعلق ہو جاتا ہے تقویٰ ایسے قلبی تعلق کو کہتے ہیں جو اطاعت الٰہی پر مجبور کر دے اور اللہ کی نافرمانی سے بچا لے اُن کے لئے اللہ کے ہاں باغات ہیں جن میں نہریں جاری ہیں جن میں کسی طرح کی کمی خامی یا پریشانی نہیں جہاں کسی بیماری کا اندیشہ نہیں جہاں یہ خطرہ بھی نہیں کہ یہ ختم ہو جائے گی نہ وہاں سے نکالے جانے کا خطرہ ہے بلکہ جو بھی جنت میں داخل ہوگا ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہے گا اور جنت کی نعمتیں جاننے کے لئے اتنا کافی ہے کہ نزلاً من عنداللہ وہ اللہ کی طرف سے ایک مہمانداری ہوگی یعنی اللہ کریم میزبان ہونگے اور اہل جنت مہمان ہوں گے اور اللہ کی نعمتوں کو جو جنت میں ملیں گی ان کا اندازہ کرنا انہیں سمجھنا اس دنیا میں بیٹھ کر سمجھنا کسی کے بس کی بات نہیں ان نعمتوں کی حقیقت وہی جان سکیں گے جن کو وہ مہمانی نصیب ہوگی وما عنداللہ خیرٌ لابرار ۔اللہ کے نیک بندوں کے لئے اللہ کریم کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ بے مثال ہیں۔دنیا میں کوئی کتنی بھی نعمتیں حاصل کر لے اخروی نعمتوں کے عشر عشیر کو بھی نہیں پا سکتا نبی کریم ﷺ کے ارشاد پاک کا مفہوم ہے کہ اگر دنیا کی قیمت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ اسے کافر کو نہ دیتا۔یعنی کافر کے پاس خواہ کتنا ہی مال و دولت کیوں نہ ہو اللہ کے نزدیک اسکی کوئی حیثیت نہیں۔اس بات سے مسلمانوں کو ایک مغالطہ لگ گیا ہے اور ایک طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ دنیا کا مال کمانا اچھی رہائش اچھی سواری اچھا لباس اچھا کھانا اور اچھے معیار زندگی سے رہنا شاید دنیا ہے اور دنیا میں آرام سے رہنا شاید بُری بات ہے۔یہ ایک غلط فہمی ہے۔بہتر اور جائز وسائل زیادہ سے زیادہ رزق کمانا اور بیوی بچے پالنا یہ سب دنیا نہیں ہے بلکہ جو چیز اللہ سے غافل کر دے وہ دنیا ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل بگواند
نے تماسو نکر او فرزندوزن

یعنی اس عالم میں رہتے بستے ہوئے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت چھوڑ کر بے مہار ہو کر اپنی پسند سے جائز و ناجائز حلال و حرام ہر طرح سے حصول زر اور عیاشی و نفس پرستی کے لئے کوشاں رہے تو یہ دنیا ہے لیکن اللہ کریم کی اطاعت کرتے ہوئے نبی ﷺ کے مطابق امور دنیا انجام دینا عبادت ہے دین ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مومن جو رزق حلال کما کر اپنے اہل و عیال کو کھلاتا ہے وہ بھی صدقہ شمار ہوتا ہے یعنی اس کا یہ عمل اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ثواب پاتا ہے اس پر عرض کی گئی کہ رزق کمانا اور اہل و عیال کو کھلانا تو اسکی ذمہ داری ہے اس پر ثواب کیسا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو ذمہ داری اللہ کریم کی طرف سے عطا ہو اسے پورے خلوص سے پورا کرنا ہی تو عبادت ہے اور علمائے حق اسی ارشاد پاک سے یہ حکم لیتے ہیں کہ مومن کی دنیا

بھی دین ہے۔ رزق حلال کمانا عین عبادت ہے جس طرح نماز اور روزہ فرض عین ہیں اسی طرح دنیا میں رہنے سہنے کے لئے محنت کرنا جائز اسباب وسائل اختیار کرنے کے لئے مشقت کرنا بھی فرض عین ہے اور یہی دین ہے۔ ایک شخص بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور تنگ دستی کی شکایت کی آپ ﷺ نے اُسے فرمایا کہ گھر میں جو کچھ سامان ہے اُسے لے آؤ اور دوسرے صحابی سے فرمایا یہ سامان بازار میں بیچ کر ایک رسی اور کلہاڑا لے آؤ پھر آپ ﷺ نے رسی اور کلہاڑ دے کر فرمایا اب جنگل میں جاؤ اور لکڑیاں کاٹ کر لاؤ شہر میں بیچو جو پیسے کماؤ اُن سے اپنا اور اپنے اہل عیال کا پیٹ پالو۔ آپ ﷺ کے اس عمل سے یہ ثابت ہوا کہ ہر بندہ مومن کو مخلوق کی بجائے خالق پر بھروسہ کر کے جائز اسباب اختیار کر کے محنت کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ مومن کا مقصد محض کمانا نہیں اعلیٰ تر مقاصد کے لئے جائز ذرائع سے بہتر وسائل اختیار کرنا ہے تا کہ بچوں کو بہتر رہائش بہتر تعلیم، بہتر لباس اور بہتر سہولیات زندگی مہیا کی جاسکیں اور پھر انکی اچھی تربیت کرنا بھی ضروری ہے اور یہ سب کام عبادت کے زمرے میں آتے ہیں ہماری مصیبت یہ ہے کہ جو بہتر وسائل زندگی کے حصول میں لگ جاتا ہے پھر وہ جائز ناجائز حلال حرام کی تمیز کھو بیٹھتا ہے اور جو کوئی جائز ناجائز کا احساس کرنے لگ جائے وہ کام ہی چھوڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ دونوں باتیں درست نہیں اسلام اعتدال کی راہ ہے بندہ اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے محنت کرے اور دوسروں کے حقوق چھیننے سے پرہیز کرے۔

وان من اهل الکتٰب لمن یومن باللّٰه وما اُنزل الیکم وما اُنزل الیهم خٰشعین للّٰه. اہل کتاب میں سے بعض لوگوں کو دین نصیب ہوا وہ مشرف بہ اسلام ہوئے اور عظمت صحابیت پر فائز ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے بہت تعریف فرمائی کہ یہ ایسے خوش نصیب ہیں کہ آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے جو کتاب تھی اس پر بھی عمل پیرا تھے اور اللہ کا ان پر یہ احسان تھا کہ قرآن نازل ہوا تو وہ اس پر عمل پیرا ہو گئے سو اللہ کے نزدیک اُن کی پہلے کی زندگی بھی پسندیدہ تھی اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کے بعد کی زندگی بھی پسندیدہ ہوگئی۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ پر یقین رکھتے ہیں جو آپ ﷺ پر نازل ہوا اس پر یقین رکھتے ہیں اور جو آپ ﷺ سے پہلے نازل ہوا اس پر بھی انہیں ایمان نصیب تھا۔ لہذا اصل بات ایمان باللہ ہے اور دنیا میں سب سے بڑا کام اللہ پر ایمان لانا ہے کہنے کو تو یہ آسان ہے لیکن یہ مشکل ترین کام ہے اور سب سے بڑا امتحان اور آزمائش ہے۔ اس لئے کہ یہ کہہ دینے کے بعد اسکی آزمائش کردار سے ہوتی ہے اور دنیا تو امتحان گاہ ہے ہر بندے کی آزمائش کی جگہ بھی یہی ہے اور ہر بندہ امتحان سے گزر رہا ہے جسے ہم خوشحال کہتے ہیں یہی خوشحالی اس کا امتحان ہے تندرستی اور طاقت کا ہونا بھی امتحان ہے بیماری اور کمزوری بھی ایک امتحان ہے کبھی طاقت کے نشے میں چور ہو کر بندہ نافرمان ہو جاتا ہے کبھی کمزوریوں اور بیماریوں سے گھبرا کر بندہ ناجائز آسرے اختیار کرنے لگ جاتا ہے تو زندگی کا ہر ہر قدم ایک آزمائش ہے ایک امتحان ہے اور امتحان صرف اتنا ہے کہ بندے کو اللہ کریم پر اعتماد ہے؟ ذکر اذکار کی ساری محنتیں عبادات کے سارے مجاہدے صرف اس ایک بات کے لئے ہیں کہ بندے کو اللہ کی عظمت کا یقین ہو جائے اللہ کی ذات پر اعتبار اور اعتماد آجائے یہ نصیب ہو جائے تو باقی سارے مسائل حل ہو جاتے ہیں اور جب نور ایمان پختہ ہو جائے تو پھر دکھ، دکھ نہیں رہتے اور عیش و آرام نصیب ہو تو بندے کو گمراہ نہیں کر سکتے۔

فرمایا وہ بڑے خوش نصیب تھے جنہیں پہلی کتابوں پر بھی ایمان نصیب ہوا اور جب نزول قرآن ہوا تو انہیں قرآن پر ایمان نصیب ہو گیا۔ ایمان بالقرآن سے کیا مراد ہے؟ قرآن حکیم پر ایمان کا مطلب ہے قرآن کے دیئے ہوئے نظام حیات کو قبول کیا جائے اسے بہترین سمجھا

جائے اور اسے نافذ کیا جائے اسی لئے قرآن حکیم اولادِ آدم سے بات کرتا ہے یہ کافر کے لئے دعوت ایمان ہے اور مومن کے لئے دعوت عمل ہے۔اس میں پوری زندگی کا لائحہ عمل موجود ہے جائز و ناجائز کی تفصیلات موجود ہیں قرآن حکیم میں گذشتہ اقوام کی مثالیں موجود ہیں کہ نافرمانوں کا نہ اس دنیا میں کچھ بنا نہ اگلی دنیا میں اور فرمانبردار یہاں بھی پُرسکون رہے اور آخرت کی دائمی زندگی کا سکون بھی انہیں کے حصے میں آئے گا۔

لایشترونَ بایٰتِ اللّٰہ ثمناً قلیلاًo دین پیشہ نہیں ہے اگر دین کو پیشہ بنا لیا جائے اسے ذریعہ معاش بنا لیا جائے تو پھر یہ دین کو بیچنا ہوگا۔ یہاں اللہ کریم اپنے بندوں کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ کی آیات کو بیچ کر دنیا نہیں خریدتے۔اللہ کی آیات کو دنیوی مفاد کے لئے بیچتے نہیں ہیں۔ دین کو بیچنا کیا ہے؟ حصول دولت حصول شہرت کے لئے قرآن کے غلط ترجمے کرنا غلط تفسیریں کرنا غلط فتوے دینا یہ سب دین فروشی کی صورتیں ہیں۔ سو فرمایا میرے بندے دین کے محافظ ہوتے ہیں۔ اسلامی تاریخ میں اسکی سنہری مثالیں موجود ہیں بڑے بڑے عالم دین فقہ' حدیث وتفسیر کے امام سب کے سب کسی نہ کسی پیشے سے وابستہ تھے روزی کمانے کے لئے تجارت' مزدوری اور دیگر جائز وسائل میں محنت کر کے رزق کماتے تھے اور دین کی خدمت اللہ کی رضا کے لئے کرتے تھے انہوں نے دین کو پیشہ نہیں بنایا۔ یہی بات اس آیت مبارکہ میں بیان کی جارہی ہے کہ جو بندے اللہ پر اعتماد کرتے ہیں انکے ایمان کی دلیل یہ ہے کہ وہ دین کا کام عبادت سمجھ کر پورے خلوص کے ساتھ کرتے ہیں۔

اولٰئک لھم اجر ھُم عند ربھم ایسے لوگوں کے لئے اجر عظیم ہے جو دین کو دنیوی مفادات کے لئے فروخت نہیں کرتے۔ دنیوی مقاصد کے حصول کے لئے دین کو زینہ نہیں بناتے ایسے ہی لوگ عظمت دین سے آشنا ہوتے ہیں اس کے لئے جان دیتے ہیں' قربان ہوتے ہیں اسے اپنے لئے قربان نہیں کرتے۔ ہمیں تو اس بات کی زیادہ وضاحت سے سمجھ آتی ہے کہ ملک کو بنے ہوئے ساٹھ برس سے زیادہ عرصہ بیت گیا ہے ملک بناتے وقت بھی ہم نے دین کا نام استعمال کیا ساٹھ برسوں میں لوگ دین کے حوالے سے دین کا نام لیکر اقتدار تک پہنچے لیکن کسی نے دین کو زندہ رکھنے' دین پر عمل کرنے' دین کو نافذ کرنے کی عملی کوشش نہیں کی۔ بلکہ دین کا نام لیکر دنیوی مفادات حاصل کیے اسے کہتے ہیں دین فروشی۔ ان اللہ سریعُ الحساب. اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔حساب کتاب کا لمحہ سر پر کھڑا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو مر جاتا ہے ایک طرح سے اسکی قیامت قائم ہو جاتی ہے اس کے پاس عمل کرنے کی سکت نہیں رہتی جو کچھ کر چکا ہوتا ہے اس کے نتائج سامنے آنے لگتے ہیں اور پھر یوم حشر کو ایک میدان میں جمع کر کے دنیاوی کردار' اعمال اور آسائش اور نظریات کا بدلہ دے دیا جائے گا اور اس میں کوئی دیر نہیں لگتی موت کہیں قریب ہی ہوتی ہے ہمیں لگتا ہے کہ ابھی بڑی زندگی باقی ہے لیکن یہ پتہ نہیں ہوتا کہ اگلی دھڑکن نصیب ہوگی یا نہیں۔ایک سال کے بچے کو دیکھتے ہیں تو اندازہ لگاتے ہیں کہ یہ اسی پچاسی یا سو سال عمر پائے گا تب سو سال بڑا طویل عرصہ لگتا ہے لیکن کسی سو سال کی عمر کے شخص سے عمر رفتہ کا حال پوچھو تو وہ کہتا ہے کل تو ہم بچے تھے اور چٹکی بجاتے عمر بسر ہوگئی۔ ہم اپنی طرف ہی نگاہ کریں ہمارے جتنے برس گزر چکے ہیں ہم پیچھے دیکھیں تو لگتا ہے باتوں باتوں میں ہی گزر گئے۔ قیامت کے بارے فرمایا کہ جب یہ قائم ہوگی اور لوگوں سے پوچھا جائے گا کہ تم دنیا میں کتنا عرصہ گزار کر آئے ہو تو کہیں گے ایک دن یا اس سے کچھ کم یا زیادہ یعنی تھوڑا ہی وقت گزار کر آئے ہیں۔ یہی مفہوم ہے اس آیت مبارکہ کا کہ اللہ جلد حساب لینے والا ہے اور یہ کہ حساب کتاب کا لمحہ سر پر کھڑا ہے تو اسکی

تیاری کیا ہے؟ قرآن کریم کا اسلوب ہے کہ مرض کی نشاندہی کرتا ہے تو اس کا علاج بھی بتاتا ہے فرمایا اس کا علاج یہ ہے یا ایھا الذین امنوا اصبروا کہ خودکو اللہ کی نافرمانی سے روک لو۔ سو قیامت کے حساب کتاب کی تیاری کیسے کی جائے؟ آسان کام ہے اپنے آپ کو اللہ کی نافرمانی سے روکو قیامت کی تیاری ہوتی رہے گی۔ صبر کا ایک معنی یہ ہے کہ جیسے سرپٹ دوڑتے گھوڑے کی باگیں کھینچ کر اُسے یکدم روک دیا جاتا ہے اس طرح کسی چیز کو روک لینا کسی چیز سے رک جانا صبر ہے اور قرآن حکیم میں جہاں یہ لفظ استعمال ہوا ہے وہاں اس سے مراد خودکو اللہ کی نافرمانی سے روکنا ہے۔

سو یا ایھا الذین امنوا اے وہ خوش نصیب لوگوں جنہیں اللہ پر ایمان ویقین نصیب ہوا ہے جو دامان محمد رسول اللہ ﷺ سے وابستہ ہیں انہیں زیب ہی نہیں دیتا کہ وہ اللہ کی نافرمانی کریں لہذا اپنے آپ کو اللہ کی نافرمانی سے روکو وصابروا اور پھر میدان عمل میں حق پر قائم رہنے کے لئے حالات کا مقابلہ کرو۔ اور یہ مقابلہ ساری زندگی کرنے کا کام ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نماز نہیں پڑھی جاتی، روزہ رکھنا مشکل لگتا ہے جھوٹ اور ہیرا پھیری سے کام نہ لیں تو کاروبار نہیں چلتا، دیانتداری سے ملازمت کریں تو پوری نہیں پڑتی جھوٹ نہ بولیں تو سودا نہیں بکتا یہ سب مقابلے سے گھبرا کر ہتھیار پھینک دینے والی باتیں ہیں۔ اللہ کریم فرماتے ہیں خودکو اللہ کی نافرمانی سے روک کر حالات کا مقابلہ کرو۔ غلط کاری، بُرائی اور جھوٹ کومت اپناؤ بلکہ ان کا مقابلہ کرو اور بُرائی اور جھوٹ کے مقابلے میں سچائی دیانتداری اور محنت سے کام لو جب تم اس مقابلے میں مستعد ہو جاؤ گے تو اللہ کریم کی مدد تمہارے ساتھ ہوگی۔ ورابطوا اور جب تک دم میں دم ہے اس پر قائم رہو۔ یہ کبھی نہ سمجھو کہ اسلام پر عمل عام سی بات ہے کوئی دشواری نہیں آئے گی اس کا میدان عمل میں زندگی بھر کا ساتھ ہے۔ بلوغت سے موت تک بالغ ہونے سے آخری سانس تک مسلسل مقابلہ ہے۔ اس میں دنیا کی چمک دمک بھی ہوگی، خواہشات نفس بھی رہیں گی، شیطان کے گمراہ کن مشورے بھی ہوں گے اور دوسری طرف اللہ کریم کی مدد بھی ہوگی برکاتِ محمد رسول اللہ ﷺ بھی ہوں گی تمہارا مجاہدہ یہ ہے کہ تم ان تاریکیوں کو چھوڑ کر برکات حاصل کر کے صبر کر کے نافرمانی سے رک کر مضبوط رہو اور مقابلے کے لئے تیار رہو۔ اور یہ کام تسلسل سے کرتے رہو۔ تمہاری فکر اور کردار میں یہ مسلسل کوشش ہی تمہارا نفس اور شیطان کے مقابل جہاد ہے۔ اس سے کیا حاصل ہوگا واتقوا اللہ۔ اس سے تقویٰ نصیب ہوگا۔ اللہ سے رشتہ الفت ہوگا اللہ کی رحمت و برکات نصیب ہوں گی لعلکم تفلحون تا کہ تم کامیاب ہوسکو۔

قرآن حکیم جب بھی لفظ فلاح استعمال کرتا ہے اس میں مکمل کامیابی کا مفہوم ہوتا ہے۔ اس میں دنیا، موت مابعد الموت، میدان حشر، آخرت ساری کامیابیاں شامل ہوتی ہیں۔ فرمایا اگر تم مقابلے میں ڈٹ گئے، اللہ پر اعتماد کر لیا تو تم دنیا میں بھی کامیاب ہو جیت اور فتح تمہاری ہے موت بھی تمہیں نہیں ہرا سکتی مابعد الموت بھی تم ہی کامیاب ہو میدان حشر کی کامیابی بھی تمہاری ہے لیکن اس کے لئے نفس اور شیطان کے آگے حالات کے آگے ہتھیار ڈالنے سے کام نہیں چلے گا یہ مقابلے کا راستہ ہے اللہ کی مدد مقابلہ کرنے والوں کے ساتھ ہے ہتھیار پھینک دینے والوں کے ساتھ نہیں فلاح وکامیابی ڈٹ کر مقابلہ کرنے والوں کے قدم چومتی ہے۔

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆

آدابِ شیخ

آداب شیخ تھری وے سسٹم ہوتا ہے یعنی

تین طرح سے رابطہ رہتا ہے ان تینوں میں سے کوئی

ایک تار بھی کٹ جائے تو اس کا سرکٹ کٹ جاتا ہے سب سے

پہلے ہوتی ہے ’عقیدت‘ جو شیخ کے ساتھ یا صاحب مجاز کے ساتھ یا جو

ذکر کرار ہا ہے اس کے ساتھ عقیدت نہ ہو تو رابطہ فیض نہیں ہوتا کوئی آدمی

اگر ساتھ بیٹھ جائے جی میں نہیں سمجھتا کہ یہ آدمی صحیح ہے لیکن چلو دو دن ذکر کر

کے دیکھتے ہیں‘ تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اس کے قلب کا اس کے

قلب سے رابطہ ہی نہیں ہوگا۔ دوسرا مضبوط رشتہ اطاعت کا ہے اور تیسرا

رشتہ ہے ادب کا۔ ادب میں یہ دنیاوی رسومات ضروری نہیں اور

ادب کا سب سے بڑا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اس کی تعلیمات کو

پورے خلوص کے ساتھ اپنایا جائے۔

ماخوذ از کنز الطالبین

تعاون

تاجران کاٹن یارن اینڈ پی سی یارن

شیخ ناصر‘ شیخ عبدالستار گلی نمبر 1 بالمقابل رحمان مارکیٹ

منٹگمری بازار فیصل آباد فون 041-2617075-2611857

یہود کی تاریخ

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 6-7-07

الحمدللّٰہ رب العٰلمین o

والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمد وّاٰلہٖ

واصحابہٖ اجمعین o

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰنِ الرجیم o

بسم اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیمo

لن یضرو کم الا اذًی ط وان یقاتلوکم یولوکم الا دبار

ثُم لا ینصرُونo.................. واللّٰہ علیمٌ بالمتقین

سورہ آل عمران آیات ۱۱۱ تا ۱۱۵

اللھُم سبحنک لا علملناَ الا ما علمتنا

اِنکَ انت العلیمُ الحکیم

مَولَایَ صَلِ وَسَلِمُ دَائِماً ابداً

عَلٰی حَبِیبکَ مَنُ زانت بِہٖ الُعُصُروا

پچھلی آیات سے اہل کتاب یہود ونصاریٰ سے تعلقات کی صورتوں پر بات چل رہی ہے کہ ان سے دلی دوستی ہرگز جائز نہیں اور دنیوی امور کاروبار وغیرہ میں اس حد تک تعلقات رکھنے جائز ہیں جس حد تک تعلقات دین پر اثر انداز نہ ہوں اللہ کریم نے احکامات دینے کے ساتھ ساتھ اسکی حکمتیں بھی بیان فرمائی ہیں کہ یہود ونصاریٰ اللہ کے منکر ہیں اور اللہ کے رسولوں کے دشمن لہذا وہ کبھی بھی مسلمانوں کے دوست نہیں ہوسکتے اور ان میں حق شناس بہت کم لوگ ہیں جنہیں ایمان نصیب ہوا اور نہ انکی اکثریت بدکاروں کی ہے۔ تسلی بھی دیتے ہوئے فرمایا لیکن یہ مسلمانوں کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے اگرچہ تھوڑی سی پریشانی پیدا کرسکتے ہیں۔ ان لوگوں کا کردار بتایا جارہا ہے کہ وان یقاتلوکم یولوکم الادبار۔ اے مسلمانو! جب یہ تمہارے ساتھ جنگ کریں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے ثم لا ینصرون اور پھر کوئی انکی مدد کو نہیں آئے گا ضربت علیھم الذلۃ این ماثقفوا اللّٰہ اللہ کی طرف سے ان پر ذلت مسلط کردی گئی ہے۔ یہ جہاں بھی ہوں گے ذلیل ہی ہونگے الابحبل من اللّٰہ وحبل من الناس۔ اور اگر دنیا میں ان کا کوئی ٹھکانہ یا اقتدار ہوگا تو اس وجہ سے ہوگا کہ اللہ نے ہر بدکار کو ایک معین وقت تک کی مہلت دے رکھی ہے اور وہ اس مقررہ وقت تک جیتا رہتا ہے۔ ایک تو انہیں اس رعایت کے باعث ٹھکانہ ملے گا دوسرے یہ کہ وہ کسی نہ کسی کے بھروسے پر جی رہے ہوں گے لوگوں کے تعاون کے بغیر خودمختاری انہیں نصیب نہ ہوگی۔ لوگوں کی طرف سے ہی انہیں کوئی ذریعہ حیات ملے گا وباء، بغضب من اللّٰہ ۔ یہ اللہ کے غضب کے مستحق بن چکے ہیں وضربت علیھم المسکنۃ اور ان پر مسکینی مسلط کردی گئی ہے ذلک بانھم کانوا یکفرون بایت اللّٰہ ۔ یہ اس لئے کہ یہ لوگ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے ویقتلون الانبیآء بغیرحق اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے تھے۔ ذلک بما عصوا کانوا یعتدون اور یہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ یہ نافرمان حد سے گزر جانے والے باغی اور بغاوت کرنے والے تھے۔

ان آیات مبارکہ نے یہود کی تاریخ اوران کا کردار بیان کر دیا ہے۔ آج دنیا میں یہود کا طوطی بول رہا ہے فلسطین تو ان کے سامنے واقع ہے لیکن انہوں نے پوری دنیا میں فساد مچا رکھا ہے ان کے منصوبے بڑے گہرے بڑے طویل ہیں اور دنیا میں تباہی کا سبب ہیں۔ لیکن سوچنے کا مقام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ وقتی طور پر پریشانی یا تکلیف تو پیدا کر سکتے ہیں لیکن مسلمانوں کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے لیکن اس وقت یہود و نصاریٰ مسلمانوں پر سوار ہیں جسے چاہتے ہیں قتل کر دیتے ہیں جسے چاہتے ہیں قیدی بنا لیتے ہیں دنیا بھر میں سُود کو رواج دے کر معیشت پر انکی چھاپ لگی ہوئی ہے مزدوری اور محنت مسلمان کرتے ہیں اس کا ثمر یہودی کھاتے ہیں مسلمانوں کا سرمایہ ان کے پاس نہیں یہودی بنکوں میں ہے تو اس بات کا ان آیات سے تطابق کیسے ہو۔

سب سے پہلی بات یاد رکھنے کی یہ ہے کہ قرآن حکیم اللہ کریم کی اپنی کتاب ہے اور اپنے نزول سے لیکر قیامت تک کی تمام نسل انسانی کو مخاطب کرتی ہے لہذا یہ سب کے لئے ہے اور ہمیشہ تک کے لئے ہے قرآن حکیم کی کوئی آیت ایسی نہیں ہے جو اس وقت کے لئے تھی اور اب اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ قرآن حکیم کسی خاص وقت کے لئے نازل نہیں ہوا یہ قیامت تک کے لئے نازل ہوا ہے اس لئے قرآن حکیم کے تمام احکام کا اطلاق تمام زمانوں پر ہے۔ جب قرآن حکیم نے یہود و نصاریٰ سے دلی دوستی کو حرام قرار دیا اور مسلمانوں نے یہود و نصاریٰ سے دلی دوستی کی تو پھر اللہ کی نافرمانی مسلمانوں کو وہاں لے گئی جہاں یہود و نصاریٰ نے ان پر سواری شروع کر دی۔ قرآن حکیم نے تو فرمایا کہ یہ مسلمانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے سوائے معمولی پریشانی پیدا کرنے کے مگر وہ مسلمان کیسے ہونگے جن کا یہود و نصاریٰ کچھ نہیں بگاڑ سکتے؟ اُن مسلمانوں کی قلبی دوستی یہود و نصاریٰ سے نہیں ہوگی۔ کتاب اللہ نے یہ ضمانت مومنین کو دی ہے کہ یہود و نصاریٰ مومنین کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے سوائے کچھ پریشانی دینے کے۔ آج اگر ہم نے اللہ کی کتاب کو چھوڑ کر اللہ کے رسول ﷺ کے احکام و فرامین کو چھوڑ کر آپ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ حیات کو چھوڑ کر پورا نظام زندگی یہودیوں اور نصرانیوں سے لے لیا ہے بود و باش سے معیشت و سیاست تک سارا ڈھانچہ ہی ہم نے یہود سے ادھار لیا ہوا ہے تو پھر یہودی ہم پر مسلط ہیں تو اس میں قصور یہودیوں کا نہیں ہمارا اپنا ہے ہم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے اور کتاب اللہ نے یہ ضمانت نہیں دی کہ تم یہودیوں جیسے ہو جاؤ پھر بھی یہودی تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ آج ہم نے اپنے آپ کو خود اللہ کی حفاظت سے باہر نکال لیا ہے ہمارا حال یہ ہے کہ یہود ہماری زندگی کے فیصلے کرتے ہیں ہمارے سیاسی امور میں اس حد تک دخیل ہیں کہ ہر چھوٹے بڑے فیصلے میں ہم پر ان کی رائے مسلط ہوتی ہے۔ معاشی نظام سودی ہے جو یہود کا بنایا ہوا ہے ہم اس نظام کو اس لئے بند نہیں کر سکتے کہ وہ ناراض ہو جائیں گے۔ آج ہم ان کی ناراضگی سے ڈرتے ہیں اور اللہ نے کتاب اللہ میں سودی نظام اور سود کی سزا کے بارے فرمایا فاذنوا بحرب من الله و رسول (البقرہ ۲۷۹) اس کے ساتھ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا اعلان جنگ ہے۔ جس کے ساتھ جنگ کرنے کا اعلان ہو وہ دوست تو نہیں ہو سکتا جنگ تو دشمن سے ہوتی ہے۔ سود کھانے والوں سے جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا اعلان جنگ ہو گیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے دشمن ٹھہرے پھر دشمنوں پر یہودی مسلط ہوں یا مشرک مسلط ہوں اس کی اللہ کو کیا پرواہ۔ اس ذلت کا بنیادی سبب یہ ہے کہ قرآن حکیم نے یہود و نصاریٰ کی دوستی سے منع فرمایا ہے اور مسلمانوں نے قرآن

کے احکام کو پس پشت ڈال دیا ہے۔قرآن حکیم نے کافر مشرک یہود ونصاریٰ سے تعلقات کی حدود متعین فرما دی ہیں یہود ونصاریٰ سے دلی دوستی جائز نہیں اور دنیاوی امور میں تعلقات اسی حد تک رکھے جا سکتے ہیں جہاں تک وہ دین پر اثر انداز نہ ہوں ۔سودا خریدا جا سکتا ہے لین دین کاروبار ہو سکتا ہے اُن میں سے کوئی بیمار ہو جائے تو اسکی مدد کی جا سکتی ہے ان سے تجارت اور ملازمت کے تعلقات رکھے جا سکتے ہیں لیکن اُن پر خرچ کے لئے رقم زکوۃ کی مد سے نہیں لی جائے گی۔نفلی صدقات خرچ ہوں گے اسی طرح تجارت کاروبار اور ملازمت میں ایسی شرائط پر کام نہیں ہوگا جو مسلمانوں کے دین پر اثر انداز ہوں یوں تعلقات انسانی کی تین صورتیں نظر آتی ہیں ایک واقفیت جیسے کسی کے ساتھ سفر کر لینا' کسی سے سودا سلف خرید لینا ایک جگہ کام کر لینا' دوسرا درجہ ہے کسی سے اتنا تعلق بڑھانا کہ دلی تعلق قائم ہو جائے اور بندہ دلی محبت کیساتھ اسکی خوشی غمی کا ساتھ بن جائے تیسرا درجہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے اوپر مسلط کر لیا جائے وہ اتنا عزیز ہو جائے کہ بندہ اس کا پیروکار بن جائے اللہ کریم نے کافر سے تعلقات کی یہی حد مقرر کی ہے کہ اس کے ساتھ لین دین' تجارت' کاروبار ملازمت ہو سکتی ہے دلی دوستی نہیں ہو سکتی اور آج کا مسلمان تو دلی دوستی سے بڑھ کر تیسرے درجے میں چلا گیا ہے اور انہیں اپنا پیشوا بنا لیا ہے۔اس لئے آج کے مسلمان کے انداز زندگی میں کہیں اسلام نظر نہیں آتا شہادت ہو یا جہاد ہر ایک کی اُلٹی تعبیر کر رکھی ہے۔قرآن حکیم اور اسوہ نبی ﷺ کے مطابق جہاد یہ ہے کہ جہاں اللہ کے حکم کے خلاف ظلم ہو رہا ہو اُسے طاقت سے روکا جائے وہاں جان دینا شہادت ہے اور وہاں لڑنے والا اور زندہ بچ جانے والا غازی کہلاتا ہے۔ جسے آج جہاد کہا جاتا ہے اسے گہرائی سے دیکھیں تو یہ جہاد ثابت ہی نہیں ہوتا مثلاً فلسطینی بہت عرصے سے یہودیوں سے لڑ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلسطین میں جہاد ہو رہا ہے لیکن فلسطینیوں اور یہودیوں کے طرز زندگی میں معیشت میں معاشرت میں کہیں کوئی فرق ہے! دونوں کا ایک نظام ہے یہ بھی سودی معیشت اپنائے ہوئے ہیں وہ بھی سودی کاروبار کرتے ہیں سیاسی اور معاشرتی نظام ایک جیسا ہے تو پھر لڑائی کی وجہ کیا ہے؟ فلسطینی ایک خطہ زمین کے لئے لڑ رہے ہیں اپنا ملک واپس لینا چاہتے ہیں اگر فلسطینیوں نے خطہ زمین واپس لیکر اس پر وہی نظام نافذ کرنا ہے جس میں سود ہے بُرائی ہے فحاشی ہے تو پھر یہ جہاد کیسے ہو گیا۔جہاد تو بُرائی کو مٹانے اور ختم کرنے کے لئے ہے ہاں اگر خطہ زمین واپس لیکر اس پر اسلامی نظام نافذ کرنا مقصد ہے تو پھر یہ جہاد ہے لیکن آج جہاد کے نام پر صرف چھینا جھپٹی ہو رہی ہے جیسے ہمارے ملک میں سیاسی جماعتیں لڑ رہی ہیں کسی جماعت کے پاس اسلام نافذ کرنے کا کوئی پروگرام نہیں یہاں صرف اقتدار کے لئے جنگ جاری ہے۔ایک آدمی جو ملک کا حکمران ہے اس نے کافرانہ نظام ملک پر مسلط کر رکھا ہے سیاستدان اسے ہٹا کر خود اقتدار میں آنا چاہتے ہیں اور اقتدار میں آکر وہی نظام قائم رکھنا چاہتے ہیں تو پھر اسے جہاد کیسے کہا جا سکتا ہے؟ جہاد صرف یہ ہے کہ ظلم ختم کر کے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے نظام عدل کو نظام معیشت کو نظام معاشرت کو نافذ کیا جائے اور اگر سیاستدانوں نے بھی آکر وہی قانون وہی طرز سیاست اور وہی طرز حیات اپنانا ہے تو پھر جہاد کہاں ہوا؟ جو لوگ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا دامن چھوڑ کر خود کو یہودیوں سے وابستہ کر لیتے ہیں وہ اللہ پر شکوہ کرنے کا حق کیسے رکھتے ہیں؟ سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ زندگی تو فرعون کی جینا چاہتے ہیں اور موت حضرت موسیٰؑ کی چاہتے ہیں اور یہ تو ممکن نہیں کہ بندہ زندگی تو فرعون کی طرز پر گزارے اور موت

حضرت موسیٰ کی طرح کی ملے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جس ڈھب پہ زندگی گزرے گی موت بھی اسی طریقے پر آئے گی۔

قرآن کا فرمایا ہوا حق ہے قرآن آج بھی اعلان کر رہا ہے کہ اگر تم آج بھی محمد رسول اللہ ﷺ سے عہد وفا باندھ لو تو یہود و نصاریٰ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ تمہارے لئے معمولی پریشانی پیدا کر سکتے ہیں تکلیف دے سکتے ہیں لیکن تمہارا بگاڑ کچھ نہیں سکتے تم پر غلبہ نہیں پا سکتے تم پر مسلط نہیں ہو سکتے یہ تو ایسے ہیں یولو کم الادبار کہ اے مسلمانو! اگر یہ تمہارے ساتھ لڑیں گے تو بھاگ جائیں گے ثم لا ینصرون اور کوئی انکی مدد کو بھی نہیں آئے گا۔ یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ قرآن کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو عملاً مسلمان ہیں جن کا کاروبار حیات، دوستی دشمنی، سیاست وحکومت، اخلاق وعبادات اور جینا مرنا سب کچھ محمد رسول اللہ ﷺ کے اتباع واطاعت سے وابستہ ہے۔ عملی مسلمان بھی انسان ہوتا ہے اور انسان ہی رہتا ہے فرشتہ نہیں بن جاتا غلطی اور کوتاہی ہوتے رہنا انسانی کمزوری ہے اور اس سے بھی ایسی کوتاہیاں سرزد ہوتی رہتی ہیں۔ ایک مرتبہ بارگاہ رسالت پناہی میں بعض صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ پوری کوشش کے باوجود غلطیاں ہو ہی جاتی ہیں دل یہ چاہتا ہے کہ کوئی ادنیٰ سا گناہ بھی صادر نہ ہوا کرے تو آپ دعا فرمایئے کہ کبھی کوئی غلطی ہم سے سرزد نہ ہو تو یہ سُن کر حضور ﷺ کا رُخ انور متغیر ہو گیا جیسا کہ عادت شریفہ تھی جب بھی کوئی بات پسند نہ آتی اس پر رخ انور پر سرخی آجاتی تھی۔ جب رخ انور کو بدلتا دیکھا تو صحابہ کرامؓ دہل گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے کہ تم سے کوئی ایسی غلطی نہ ہو اور تمہیں اللہ سے استغفار ہی نہ کرنا پڑے اللہ سے معافی ہی نہ مانگنی پڑے تو پھر اللہ تمہیں اٹھا لے گا اور ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا جن سے بھی کوئی نہ کوئی غلطی ہو جائے گی وہ نادم ہو کر مغفرت طلب کریں گے اصلاح احوال کریں گے۔ اس لئے کہ انسان کبھی بھی فرشتہ نہیں بن سکتا اور انسانوں میں معصوم عن الخطا صرف انبیاء کرام ہی ہوتے ہیں اللہ کے مومن بندے محفوظ ضرور ہوتے ہیں اللہ انکی حفاظت فرماتا ہے وہ گناہوں سے بچتے رہتے ہیں اللہ کریم انہیں بچاتے رہتے ہیں لیکن اس سب کے باوجود کہیں ان کے خلوص میں کمی آجاتی ہے کہیں بات کرنے میں غلطی ہو جاتی ہے کہیں لین دین میں دانستہ طور پر غلطی لگ جاتی ہے تو یہ روزمرہ کی چھوٹی موٹی انسانی کمزوریاں ہیں یہ سب کے ساتھ ہوتی ہیں لیکن عملاً اور ارادتاً کافر کی گود میں گر جانا غلطی نہیں یہ تبدیلی ہے کہ اب یہ شخص مومن نہیں رہا یہ ایمان کے نہ ہونے کی دلیل ہے۔ اگر بندہ زبانی کلمہ بھی پڑھے دعویٰ اسلام بھی کرے لیکن کردار میں محمد رسول اللہ ﷺ کا اتباع چھوڑ کر کافر کا اتباع اپنا شیوہ بنا لے تو ایسے شخص کے بارے بندہ اپنے دل کے اندر نہایت دیانتداری سے سوچ کر فیصلہ کر سکتا ہے کہ کیا غلط ہے اور کیا صحیح۔ اللہ نے ہر انسان کے دل میں ایک مفتی بٹھایا ہوا ہے دل کی اس گہرائی سے سوچیں کہ جو بندہ نبی کریم ﷺ کا حکم چھوڑ کر یہود و نصاریٰ کی بات پر عمل کرتا ہے اس کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیے؟ ذرا سوچیے اگر ہمارا کردار حضور ﷺ کے خلاف ہے اور یہود و نصاریٰ کی مرضی کے تابع ہے تو گویا ہم حضور ﷺ کی مخالفت کر رہے ہیں اور یہود و نصاریٰ کی اطاعت کر رہے ہیں تو پھر کافر ہمارے ساتھ جو سلوک بھی کریں اسکی اللہ کو کیا پرواہ! جو دامان محمد رسول اللہ ﷺ سے ہی الگ ہو جائے اللہ کریم کو اس کی کیا پرواہ اور کیا ضرورت؟ وہ اس کی کیوں مدد کرے گا اور وہ اس پر کیوں رحم کھائے گا؟ اس نے تو اپنی رحمت کو مجسم کر کے رحمۃ اللعالمین بنا کر اپنے حبیب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرما دیا اور قرآن میں فرما دیا وما ارسلنک الا رحمته اللعالمین . عالمین اللہ

کے علاوہ ہر چیز کو محیط ہے گویا جتنی محبت سارے جہانوں کو ملنی چاہیے اور ملنی ہے وہ ساری کی ساری محمد رسول اللہ ﷺ کی صورت میں مجسم ہوگئی پھر جس نے دامان محمد رسول ﷺ کو چھوڑ دیا اس نے گویا اللہ کی رحمت کو چھوڑ دیا اب اسے شکوہ کرنے کا کیا حق ہے کہ اللہ اس پر رحم نہیں فرماتا آج اگر ہم پر یہود ونصاریٰ مسلط ہیں ہماری معیشت پر غالب ہیں ہمارے مرنے جینے پر انکی چھاپ لگی ہوئی ہے تو اس میں قصور کس کا ہے ہم نے رحمت الٰہی کو مسترد کر دیا اس لئے جو ہمارے ساتھ ہو رہا ہے وہی ہے جو ہم چاہتے ہیں۔ ورنہ اللہ کا یہ فرمان قرآن حکیم میں ہمیشہ کے لئے آچکا ہے کہ اے مسلمانو! یہ تم سے لڑ نہیں سکیں گے تم پر فتح نہیں پا سکیں گے یہ تمہارے خلاف منصوبے بنائیں گے پریشان کریں گے تمہارا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے ان پر اللہ کا غضب آچکا ہے۔ اللہ کا فرمان سچ ہے اگر مسلمان واقعی مسلمان رہیں گے تو یہود ونصاریٰ ان پر کبھی غالب نہ آسکیں گے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہود ونصاریٰ غضب الٰہی کا شکار ہیں ایسی تباہ حال اقوام ہیں کہ جس میں سب اکیلے اکیلے جی رہے ہیں اُن میں رشتوں کے تعلقات ختم ہوگئے ہیں نہ کوئی کسی کا بیٹا ہے نہ ماں نہ باپ نہ بہن اور نہ بھائی کوئی کسی کا کچھ نہیں۔ غضب الٰہی کی اس سے بڑی صورت کیا ہوگی۔ امریکہ میں ایک کتاب لکھی گئی The Lonely Crowd اور وہ اس سال چھپنے والی بہترین کتاب قرار دی گئی اس میں اسی تنہائی کا ذکر کیا گیا ہے کہ انبوہ کثیر ہے لیکن تنہا ہے اتنے بڑے ملک میں رہنے والے کروڑوں لوگوں میں سے ہر فرد اکیلا اکیلا جی رہا ہے۔ امریکن سروے کی رپورٹ کے مطابق تیرہ فیصد ایسے لوگ امریکہ کی آبادی میں ہیں جنہوں نے اپنے سگے رشتوں سے زنا کیا ہے تیرہ فیصد کا مطلب ہے کہ ہر تیرہواں شخص وہ ہے جس نے باپ بیٹی بہن بھائی ماں بیٹے کی تمیز کھو کر زنا کاری کی ہے۔ یہ تو خنزیروں سے زیادہ غلیظ زندگی ہے اس سے زیادہ غضب الٰہی کیا ہوگا جہاں نسبی رشتوں کا یہ عالم ہے وہاں دوسرے انسانی تعلقات کی کیا صورت ہوگی؟ امریکہ میں پہلے بھی بغیر باپ کے ہونا بُرا نہیں سمجھا جاتا تھا اب امریکن بن باپ کے ہونا فخر کی بات سمجھتے ہیں اور ایسے لوگوں سے پوچھا جائے کہ تمہارا باپ کون ہے؟ تو وہ بڑے فخر سے کہتا ہے I am from the Street میں تو گلیوں گزرگاہوں کی پیداوار ہوں۔ عراق جانے والی امریکی افواج میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی گئیں اور وہاں جو بدکاری ہوئی اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد کو فخریہ کہا جاتا ہے کہ یہ Iraqi Generation یعنی عراقی نسل ہے۔ آج سے دس بارہ سال پہلے جب میں امریکہ آتا جاتا تھا وہاں قانون بنا تھا کہ پاسپورٹ شناختی کارڈ ڈرائیونگ لائسنس وغیرہ کے تمام فارم بغیر باپ کے نام کے ہوں گے صرف ماں کا نام لکھا جائے گا اب مزید اس میں کتنی ترقی ہو چکی ہوگی اور امریکی آبادی کی اکثریت اب ان لوگوں پر مشتمل ہے جن کے باپ کا کوئی پتہ نہیں وباء و بغضب من اللّٰہ. یہ اللہ کے غضب کا شکار ہوگئے تو جہاں کردار اس پستی میں گر چکا ہے وہاں باقی آپس کے دیگر تعلقات کیا ہوں گے؟ یہ لوگ زندہ رہیں گے اس لئے کہ اللہ نے ہر ایک کو مہلت دی ہے اور موت کے خوف سے ایک دوسرے کے تعاون سے اکٹھے ہو کر ہی زندہ رہیں گے ان میں یہ قوت نہیں ہوگی کہ مومنین کا کچھ بگاڑ سکیں ان پر یہ عذاب اس لئے مسلط کیا گیا کہ یہ کفر کرتے تھے اور اللہ کے نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے اللہ کے نافرمان اور اللہ سے باغی تھے۔ ان میں بھی استثناء ہے جیسا کہ استثناء ہر جگہ موجود ہوتا ہے لیسوا سوآءً من اھل الکتٰب اُمۃ قآئمۃ یتلون ایٰت اللّٰہ انآء الیل

وھم یسجدون٥
سارے لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے اہل کتاب میں بھی ایسے خوش نصیب تھے جنہیں حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت پر ایمان نصیب ہوا اور وہ ایسے اچھے مسلمان ثابت ہوئے کہ قرآن حکیم میں انکے بارے ارشاد ہوتا ہے یتلون ایٰتِ اللہ. اناء الیل . وہ اپنی راتیں قرآن سے روشن رکھتے تھے وھم یسجدون اور سجدہ ریز رہتے تھے۔ دن بھر کی نمازیں تو فرض ہیں وہ اس سے بڑھ کر راتوں کو کثرت سجود کرتے اور اللہ کی بارگاہ میں حاضر رہتے تھے یومنون باللہ و الیوم الآخر انہیں اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان تھا یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر وہ نیکی کا حکم کرتے اور بُرائی سے روکتے تھے۔ ویسارعون فی الخیرات اور نیکیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور نیکی کرنے میں بہت تیزی دکھاتے تھے واولٰئکَ من الصٰلحین اور وہ نیکوں میں سے تھے۔ یعنی ان بُری اقوام میں اچھے لوگ بھی تھے یہ وہ خوش نصیب تھے جنہوں نے آگے بڑھ کر دامانِ رحمت ﷺ تھام لیا جس سے انہیں راتوں کی تنہائیوں میں تلاوت قرآن حکیم کی سعادت نصیب ہوگئی انکی پیشانیاں سجدوں سے مزین ہوئیں وہ صرف خود ہی نیکی نہیں کرتے تھے دوسروں کو نیکی کا حکم بھی کرتے تھے خود ہی بُرائی سے نہیں بچتے تھے دوسروں کو بھی بُرائی سے بچنے کی تلقین کرتے تھے بڑھ چڑھ کر نیکی کرتے تھے اور نیکوں میں شامل کئے گئے وما یفعلوا من خیرٍ فلن یکفروہٗ جو کوئی بھی نیکی کرتا ہے اللہ اسکی نیکی ضائع نہیں کرتا واللہ علیمٌ بالمتقین اللہ ہر اس شخص کو جانتا ہے جو اللہ کے ساتھ دل لگا کے رکھتا ہے۔

☆☆☆

اِنا للہ وانا الیہ راجعون

درج ذیل احباب اور انکے عزیز واقارب دار فانی سے کوچ کر گئے ھیں۔

☆......فیصل آباد سے سلسلہ عالیہ کے بزرگ ساتھی خلیفہ مجاز نذیر احمد شاہ صاحب دارفانی سے کوچ کر گئے ہیں۔

☆......کوئٹہ کے ساتھی عاطف ادریس کے دو ماموں زاد بھائی۔

☆......کوئٹہ کے ساتھی لالہ محمد اشرف کے بھانجے۔

☆......ساہیول کے ساتھی رانا عامر فہیم کی ساس۔

☆......چیچہ وطنی کے ساتھی محمد ندیم انجم کے چچا۔

☆......ڈسکہ کے ساتھی محمد اسلم فرنیچر والے کے تایا

☆......لاہور کے ساتھی چودہری طارق مسعود کی اہلیہ۔

☆......واہ کینٹ کے ساتھی حکیم نذیر احمد کے والد۔

☆......ستراہ (سیالکوٹ) کے ساتھی محمد احمد کی والدہ۔

☆......راولپنڈی کے ساتھی ارشد محمود چیمہ کی ہمشیرہ، ماموں اور خالہ۔

☆......صوابی کے ساتھی شیر شاہ کی والدہ۔

☆......بورے والا کے ساتھی حاجی محمد سلیم کے بھائی۔

اللہ تعالی مرحومین کو جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ھے

بیعت اور بیعت کی اقسام

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 17-02-2008

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیم○

بسم اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیم○

بیعت کے بارے اللہ کریم نے ارشاد فرمایا اِن الذینَ یُبایعونَکَ اِنما یبایعُونَ اللّٰہ. جو لوگ آپ ﷺ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ بیعت اس معاہدے کا نام ہے جس میں غیر مشروط اطاعت کی جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی اطاعت غیر مشروط ہوتی ہے منصب رسالت یہ ہے کہ آپ ﷺ جو فرما دیں اس پر عمل کیا جائے اس سلسلے میں سوال نہ کیا جائے۔ انسانی ذہن میں مختلف خیال آتے ہیں بندہ مختلف باتیں سوچتا ہے لیکن بیعت اپنی سوچ، اپنے خیال اور اپنی رائے کو چھوڑ دینے کا نام ہے۔ نبی کریم ﷺ جو فرما دیں اس پر بلا چون و چرا اس پورے خلوص کے ساتھ پوری کوشش سے عمل کرنے کی کاوش کا نام ہے۔ بیعت کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو بیچ دینا جو چیز کسی کے ہاتھ فروخت کر دی جائے اور اس کی قیمت لے لی جائے تو اس پر پھر بندے کا کوئی اختیار نہیں رہتا یہ خریدار کی صوابدید پر ہے کہ اسے استعمال کرے یا باقی رکھے۔ بیعت سے بھی یہی مراد ہے کہ بندے نے اپنا آپ، اپنی سوچ، اپنی فکر اپنا عمل سب کچھ رسول ﷺ کے در پر بیچ دیا اور بدلے میں اسے جو ملا وہ اسکی ذات اسکی جان یا اسکی رائے کی قیمت سے کروڑوں گناہ زیادہ ہوتا ہے کہ اس کے بدلے میں وصول الٰہی ملتا ہے، قرب نبوت ملتا ہے، بارگاہ رسالت سے برکات عطا ہوتی ہیں۔ یہ وہ نعمتیں ہیں جن کی دنیا میں کوئی قیمت ہے نہ کوئی دے سکتا ہے۔

اس کے بعد کسی کی بدبختی آئے اور وہ اپنی بیعت پر قائم نہ رہ سکے بیعت کو توڑ دے تو ارشاد باری تعالیٰ ہے فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہٖ. جس نے بیعت کو توڑ دیا اس نے اپنے آپ کو ریزہ ریزہ کر دیا اس نے اپنا کچھ باقی نہ چھوڑا اپنے آپ کو تباہ و برباد کر دیا۔ ومن اوفیٰ بما عھد علیہُ اللّٰہ . اور جب کسی نے حضور ﷺ سے بیعت کا وعدہ کیا تو اس کا یہ وعدہ صرف اللہ کے رسول ﷺ سے نہیں خود ذات باری سے ہے جس نے حضور ﷺ کے تعمیل ارشاد میں زندگی بھر خلوص دل سے کوشش کی۔ وہ بہت عظیم اجر کا مستحق قرار پائے گا اور اللہ کریم عنقریب اسے بہت سی نعمتوں سے نوازیں گے۔ دراصل بیعت کا تعلق نسبی رشتوں، دنیا کی دوستیوں اور تعلقات سے مقدم ہوتا ہے باقی تمام رشتے اس تعلق پر قربان کئے جاسکتے ہیں لیکن یہ تعلق کسی رشتے کی خاطر قربان نہیں کیا جاسکتا۔ پھر اتنا قیمتی تعلق توڑنے کا تصور کہاں سے آ گیا؟ لوگ بیعت کیوں توڑتے ہیں؟ بیعت کے توڑنے کا ایک ہی سبب ہے۔ جب انسان میں خود رائی آجاتی ہے وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھنے لگتا ہے تو گویا معاہدہ اسی وقت ٹوٹ گیا اس لئے کہ بیعت تو اس بات پر تھی کہ وہ صرف تعمیل ارشاد کرے گا تو جب اسکی اپنی رائے درمیان میں آ گئی تو معاہدہ تو ٹوٹ گیا۔ اس کے بارے اللہ کریم فرماتے ہیں کہ

یہ بیعت جب ٹوٹتی ہے تو پھر اس کے جڑنے کا امکان اس لئے نہیں رہتا کہ وہ بندہ ہی سلامت نہیں رہتا بحیثیت انسان باقی نہیں رہتا' اسی لئے فرمایا گیا کہ جس نے بیعت کو توڑا اس نے اپنے آپ کو توڑ پھوڑ دیا اس کا اپنا وجود ختم ہو گیا۔

یاد رکھیئے! بیعت کی کئی اقسام ہیں ایک ''بیعت امارت'' ہے جیسے کسی شخص کو ہم ووٹ دے کر ایوان حکومت میں پہنچا دیتے ہیں اگرچہ علماء کو ووٹ کے ذریعے انتخاب کو بیعت کا نام دینے پر اختلاف ہے لیکن اسلامی تاریخ میں بیعت امارت ہوتی رہی ہے جس کی ایک شرط ہے وہ یہ کہ جو شخص مسلمانوں کی قیادت کی اہلیت رکھتا ہے اس پر اعتماد کا اظہار کیا جاتا ہے کہ وہ امانت دار' صادق اور اچھے کردار کا حامل ہے لہٰذا اسے امیر بنایا جائے۔ دوسری قسم ہے ''بیعت اصلاح'' یہ اپنی اصلاح کے لئے ہوتی ہے اور کسی بھی ایسے شخص سے کی جاسکتی ہے جو روزمرہ کے معمولات کے شرعی طریقوں سے واقف ہو۔ دونوں طرح کی بیعت میں اگر پہلے امیر سے بہتر شخص موجود ہو تو اس بہتر شخص کو منتخب کرنا چاہیے اسی طرح اگر بیعت اصلاح کے لئے بہتر عالم مل جائے تو اس سے بیعت کی جاسکتی ہے کہ مقصد بیعت تو رہنمائی لینا ہے۔ تیسری قسم ہے ''بیعت طریقت یا بیعت تصوف'' اس میں متقدمین علماء نے بھی لکھا ہے اور حضرتؒ نے بھی لکھا ہے کہ بیعت تصوف کا اہل وہ شخص ہے جو خود فنا فی الرسول ہو اور فی الرسول کرانے کی اہلیت بھی رکھتا ہو۔ خود کسی نعمت کو حاصل کر لینا اور بات ہے اور اسے دوسروں تک پہنچانا دوسرا کام ہے۔ یہ بات ظاہری تعلیم و تعلم میں بھی دیکھی جاسکتی ہے کچھ لوگ خود بہت کچھ جانتے ہیں لیکن کسی دوسرے کو پڑھا نہیں سکتے یا جاننے کے باوجود بیان نہیں کر سکتے بہت کم لوگ علم حاصل کر کے آگے پہنچانے کی استعداد بھی رکھتے ہیں اسی طرح تصوف و سلوک میں بھی خال خال لوگ ہوتے ہیں جو یہ نعمت حاصل کرنے کے بعد آگے پہنچانے کی اہلیت واستعداد بھی رکھتے ہیں۔ بیعت تصوف کا مقصد شیخ کی رہنمائی میں سلوک کا سفر کرنا ہے اس میں صرف ایک ہی شرط ہوتی ہے کہ کوئی کام خلاف شریعت کرنے کو نہ کہا جائے۔ نبی کریم ﷺ سے جو بیعت کی جاتی تھی وہ غیر مشروط ہوتی تھی اس لئے کہ صرف حضور ﷺ کی غیر مشروط اطاعت فرض ہے اور جو بیعت حصول منازل کے لئے کی جاتی ہے اس میں شیخ اپنی پسند سے حکم نہیں دے سکتا اس لئے کہ شیخ تو بارگاہ نبوت کا ایک خادم ہے وہ خود ارشادات نبوی اور سنت نبوی ﷺ کے اندر محدود رہنے کا پابند ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ کوئی شخص جسے واقعی یہ نعمت حاصل ہو وہ یہ جرات کرے کہ ارشادات نبوی ﷺ کو چھوڑ کر اپنی رائے داخل کرے بارگاہ نبوت کا کوئی خادم یہ کر ہی نہیں سکتا یہ ممکن ہی نہیں اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو پھر یہ نعمت اس کے پاس نہیں رہتی۔

بیعت تصوف میں جب بیعت کر لی جائے تو پھر اس کا نبھانا شرط ہے۔ حضور ﷺ کے بعد کوئی دوسری ایسی ہستی نہیں ہے جس کی غیر مشروط اطاعت کی جائے لہٰذا مشائخ کی اطاعت صرف ایک شرط کے ساتھ مقید ہے وہ یہ کہ وہ جو طریقہ جو حکم تعلیم فرمائیں وہ قرآن سنت کی قائم کردہ حدود کے اندر اندر ہو۔

اللہ کریم نے کوئی ایسی ہستی پیدا ہی نہیں کی جو حضور ﷺ کے حکم پر سبقت لے جاسکے یہ ممکن ہی نہیں اور جو بھی یہ جرات کرے گا وہ تباہ ہوگا اور دوسروں کو تباہ کرنے کا سبب بنے گا۔ تصوف کی بیعت میں ایک ضروری بات یاد رکھنی چاہیے کہ یہ رشتہ کیفی ہوتا ہے نسبت' تعلق اور خلوص سے چلتا ہے اگر کہیں خلوص میں کمی آجائے تو اس رشتے کے استوار رہنے کا اعتبار نہیں رہتا خواہ اس شخص نے کتنے ہی منازل طے کر لیے ہوں اور اس راہ پر کتنے ہی برس لگا چکا ہو اس لئے کہ اس

رشتے کی بنیاد ہی خلوص ہے۔ کسی سومنزلہ عمارت کی اگر بنیاد ہی کھود ڈالی جائے تو کیا وہ سومنزلیں عمارت کو سنبھال لیں گی بلکہ عمارت جتنی بلند ہوگی اتنی تیزی سے گرے گی۔ جہاں جا کر بندے کے خلوص میں کمی آ جائے وہیں سے اسکی تنزلی ہو جاتی ہے۔ خلوص میں کمی کا باعث ہے خواہشات نفس کی پیروی جسے شیطان خوب ہوا دیتا ہے اور ذرہ برابر اگر بندے میں انانیت آ جائے مثلاً میں ہی آج سے یہ سوچنا شروع کر دوں کہ مجھے اب شیخ کی کیا ضرورت ہے مجھ سے تو اتنی مخلوق خدا فائدہ اٹھا رہی ہے فیض حاصل کرتی ہے تو میری بات یہیں ختم ہو جائے گی۔ الحمدللہ مجھے سلسلہ عالیہ میں نصف صدی ہوگئی ہے کوئی ذکر ایسا نہیں جو میں نے تنہا کیا ہو یا احباب کو کروایا ہو اور حضرتؒ سے پہلے اجازت نہ لی ہو۔ ایسا کرنا میری ضرورت نہیں میں اپنے طور پر ذکر کرا سکتا ہوں لیکن میں اکیلے اپنے اوقات میں اذکار کروں یا احباب کو کرواؤں ہر ذکر کی ابتدا میں حضرتؒ سے رابطہ کر کے اجازت لے کر توجہ کی درخواست کر کے کرتا ہوں۔ اس رابطے میں اس احترام میں اس عظمت میں رائی برابر فرق آتا تو پھر کچھ نہ بچتا۔ چند باتیں صاحب مجاز حضرات کے بارے کہنا ضروری ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ میری یہ جرات نہیں کہ میں کسی کو اپنے ذاتی فیصلے سے صاحب مجاز بناؤں مجھے یہ احساس ضرور رہتا ہے کہ مشائخ کی اجازت ہونا ضروری ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مجازین میں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں کچھ ساتھی ایسے ہوتے ہیں جن میں واقعی اللہ نے یہ استعداد رکھی ہے کہ وہ برکات حاصل کر کے آگے پہنچائیں اور یہ بھی کسی کا ذاتی کمال نہیں ہوتا یہ اللہ کی عطا کردہ استعداد ہوتی ہے اس کی وجہ سے مشائخ انہیں منتخب کر لیتے ہیں اور صاحب مجاز مقرر کر دیتے ہیں کچھ احباب کو مشائخ نسبت میں فضیلت عطا کر کے صاحب مجاز مقرر کر دیتے ہیں یہ اللہ کریم کا علیحدہ سے ایک احسان ہے۔ یہ ایسے ہوتے ہیں جیسے دنیاوی عہدوں میں اعزازی عہدے دیے جاتے ہیں یعنی ایسے لوگوں کو اللہ کریم مشائخ کی توجہ کے باعث اعزازی طور پر صاحب مجاز بنا دیتے ہیں اس سے انہیں وہ درجات نصیب ہو جاتے ہیں اور وہ اعزاز بھی نصیب ہو جاتا ہے جو اس عہدے کے حامل کو حاصل ہوتا ہے۔ لیکن یہ کوئی نہیں جانتا بلکہ ہم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا کہ ہمیں یہ اجازت کس بنیاد پر دی گئی ہے میرے سمیت یہ کوئی بھی نہیں جانتا۔ یہ معاملہ مشائخ کے اور اللہ کریم کے درمیان ہے لہٰذا کسی صاحب مجاز کو اس بات پر نہیں اکڑنا چاہیے کہ وہ صاحب مجاز بن گیا ہے کیا پتہ ہم میں استعداد تھی یا محض اللہ نے کرم کر دیا اور یہ چیز اعزازی طور پر دے دی۔ تیسری ضروری بات یہ ہے کہ جو لوگ صاحب مجاز مقرر ہوتے ہیں ان کا رشتہ عام آدمی کی نسبت اور زیادہ نازک ہو جاتا ہے ان کی کوئی چھوٹی کوتاہی بھی بڑی جواب طلبی کا سبب بن سکتی ہے لہٰذا اس راہ میں ان معاہدوں کا پاس بنیادی ضرورت ہے اس کے بعد آدمی کے اپنے ذمے ہے کہ وہ اپنی محنت اور کوشش کرے لیکن ایک لطیفہ بھی محض محنت کی بنیاد پر روشن نہیں ہو سکتا یہ محض عطائے ربانی سے روشن ہوتا ہے اس کے لئے مسنون طریقہ یہ ہے کہ بندہ محنت کرے ذکر اذکار میں جتنا وقت لگا سکتا ہے وہ لگائے لیکن لطیفہ روشن ہونا از قسم ثمرات ہے اور یہ کام اللہ کریم کا ہے وہ اپنی پسند سے پھل لگاتا ہے۔ یہ ایک ضروری بات ہے کہ آدمی جس راستے پر چلتا ہو اس کے زیر و بم سے اس کی نزاکت سے اسکی آسانیوں اور مشکلات سے زیادہ سے زیادہ واقف ہو جتنا واقف ہوگا اتنا چلنے میں آسانی ہوگی۔ اللہ کریم تمام احباب کو قبول فرمائے خلوص عطا فرمائے اور دنیا میں دین کی خدمت کا موقع دے دنیا و آخرت کی رسوائی سے پناہ میں رکھے۔ آمین

تربیت وتزکیہ کا مدار

سلاسل تصوف میں تربیت وتزکیہ کا مدار صحبت شیخ پر ہے۔ جس کے لئے خلوص فی النیت اور خلوص فی العمل شرط ہے۔ اس کے حصول کا واحد ذریعہ اتباع شریعت ہی ہے جو اعتصام بالکتاب والسنہ اور اعتماد علی السلف سے عبارت ہے۔ کثرت ذکر اس کی وہ سمت ہے کہ جس سے آئینہ دل صاف ہوتا ہے جس سے خلوص فی الدین اور للہت کی دولت جاوید ہاتھ آتی ہے اور پھر یہی طمانیت قلبی ہی شرح صدر اور بصیرت کاملہ کی صورت اختیار کرتی ہے۔ ثمرات احسانی کے حصول اور رضائے باری کے فیضان سے قلب وروح کی دنیا کو آباد کرنے کی یہی ایک سبیل ہے اور ایک طالب صادق کے لئے منزل مقصود کو پالینے کا یہ ایک مختصر سا کورس ہے۔

ماخوذ از "کنز الطالبین"

منجانب

ایچ۔ ایم۔ بی سنز کراچی

امیر المکرّم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہٗ کے فی البدیہہ خطابات پر مشتمل منفرد انداز کی پہلی بیانیہ تفسیر قرآن حکیم

اکرم التفاسیر

سے اقتباس......

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ ضلع چکوال 28-11-08

الحمدللّٰہ رب العلمین o

والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمد وّالہٖ

واصحابہٖ اجمعین o

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰنِ الرجیم o

بسم اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیمِ o

ان المنٰفقین فی الدرک الاسفل من النار ولن

تجدلھم نصیراًo .... وکان اللّٰہ

شاکراً علیماًo سورہ النساء آیات ۱۴۵ تا ۱۴۷

اللّٰھم سبحنک لا علملناَ الا ما علمتنا

اِنکَ انت العلیمُ الحکیم

مَولایَ صَلِ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبداً

عَلٰی حَبِیبِکَ مَنْ زانت بِہٖ الْعُصُروا

گذشتہ آیات میں بڑی وضاحت سے یہ بات ارشاد فرمائی گئی ہے کہ مومن، مومن ہے اور کافر کافر۔ انسانی حقوق اللہ نے تمام انسانوں کو یکساں دیے ہیں۔ انسانی حقوق کے ضمن میں دو چیزیں شمار ہوتی ہیں ایک زندہ رہنے کا حق اور دوسرا عقیدہ رکھنے کا حق باقی تمام انسانی حقوق انہی دونوں کے تحت شمار ہوتے ہیں۔ اگر کوئی ایمان نہیں لانا چاہتا تو نہ لائے اس کے انسانی حقوق مجروح نہیں ہوں گے اگر وہ اسلامی ریاست میں ہے اور خود کافر ہے تو اسکی زندگی کا تحفظ اسکے وسائل زندگی، بچوں کی تعلیم کے مواقع اس کی آبرو کی حفاظت کرنا یہ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اس کے علاوہ اسے کوئی ایسی ملازمت نہیں دی جائے گی جو اسلامی ریاست کے شرعی فیصلوں پر اثر انداز ہوتی ہے جیسے ہمارے ہاں کافروں کو بھی چیف جسٹس آف پاکستان بنادیا جاتا ہے، ایسا نہیں ہوگا۔ نہ تو انہیں عقیدہ بدلنے پر مجبور کیا جائے گا نہ ہی انہیں یہ حق ہوگا کہ وہ ایسی جگہ پر ملازمت حاصل کرسکیں جہاں مسلمانوں کے معاملات متاثر ہوں۔ مسلمان ریاست میں رہنے والے غیر مسلموں سے تعلق صرف اسی حد تک رکھا جا سکتا ہے جہاں وہ مسلمانوں کے عقیدے کو متاثر نہ کرسکیں مثلاً ایک مومن عورت کا کافر سے نکاح نہیں ہوسکتا نہ کافر عورت مومن مرد کے لئے حلال ہے اس لئے کہ یہ اتنی قربت ہے کہ عقیدے کو متاثر کرتی ہے لہذا جہاں حلال وحرام کے احکام متاثر ہوں وہاں کافر سے تعلق نہیں ہوگا اسی لئے فرمایا یاایھا الذین امنوا لا تتخذوا الکفرین اولیآء من دون المومنین o کہ وہ قلبی تعلق جسے دلی دوستی یا محبت کہتے ہیں وہ مومن کی مومن سے ہوتی ہے زندگی کے امور میں مومن کا مومن پر اعتماد ہوتا ہے لیکن دین کا اعتماد بھی مومن کا مومن پر ہوگا۔ مومن اگر کافر سے دلی دوستی رکھے گا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اس کے ایمان کو متاثر کرے گا اگر ایمان متاثر ہوگا تو آدمی ایک تیسری سمت چلا جائے گا اس تیسری قسم کو منافقت کہتے ہیں۔ دنیا میں تین قسم کے ہی لوگ ہیں ایک وہ جن کا عقیدہ درست ہے۔

درست عقیدہ وہ ہے جو محمد الرسول اللہ ﷺ نے تعلیم فرمایا جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین نے سمجھا جس پر حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں صحابہ نے عمل کیا اور حضور ﷺ نے اسکی تصدیق فرمادی یہی اسلام ہے جو ہمیشہ سے ہے اور تا قیامت رہے گا اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کر سکتا۔ دوسری قسم کے لوگ اللہ کو نہ ماننے والے ہیں وہ کافر ہیں اور تیسری قسم وہ ہے جو نام کے مسلمان ہیں لیکن نیکی بدی' حلال حرام تمام معاملات کا انحصار کفار پر رکھتے ہیں جنہیں منافق کہتے ہیں۔

''قرآن حکیم اس صورت حال سے بچنے کے لئے ارشاد فرماتا ہے کہ اگر تم کافر پر بھروسہ کرو گے اپنے مالی معاملات میں اس پر بھروسہ کرو گے اپنے ملکی و ریاستی امور' دفاعی امور میں کافر طاقتوں پر انحصار رکھو گے اور اُن پر اعتماد کر کے اپنے معاملات درست کرنا چاہو گے تو انکی پہلی کوشش یہ ہوگی کہ وہ تمہیں کفر میں لے جائیں اس لئے فرمایا کافر سے دوستی مت رکھو۔ دنیاوی معاملات اس حد تک کرو جس حد تک اسلام اجازت دے تجارت کرو لین دین کے معاملات کرو لیکن اس شرط پر کہ خرید و فروخت کے طریقے شرعاً جائز ہوں حلال اشیاء ہی خریدی اور بیچی جائیں حرام اشیاء کی تجارت کی اجازت نہیں ۔ اسی طرح دفاعی امور میں ملکی سلامتی کے امور میں کفار پر بھروسہ نہ کیا جائے اور کفار سے ایسے معاہدے نہ کئے جائیں کہ ملکی سلامتی خطرے میں پڑ جائے۔

ہمارے حکمران اپنے غلط فیصلوں کو درست ثابت کرنے کے لئے میثاق مدینہ کے حوالے دیتے نہیں تھکتے اور یہ بات بھول جاتے ہیں کہ میثاق مدینہ کیا معاہدہ تھا؟

حضور نبی کریم ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لانے سے قبل یہود وہاں آباد تھے۔ نبی کریم ﷺ کے مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بعد جہاں وہاں کے غیر مسلم لوگوں کو ریاست کی حفاظت نصیب ہوئی وہاں اُن سے یہ معاہدہ بھی ہوا کہ چونکہ وہ بھی اس علاقے کے رہائشی ہیں اور مسلمان اس ریاست کے سربراہ ہیں لہذا اس نوزائیدہ مملکت پر حملہ آور ہونے والوں کے مقابلے اور ریاست مدینہ کے دفاع کے لئے یہود کو بھی مسلمانوں کے ساتھ نہ صرف تعاون کرنا ہوگا بلکہ اس شہر کے شہری ہونے کی حیثیت سے شہر کا دفاع بھی انکی اتنی ہی ذمہ داری ہوگی جتنی مسلمانوں کی۔ لیکن اس معاہدے کا کیا ہوا؟ غزوہ خندق میں مشرکین عرب نے مدینہ منورہ کو گھیر لیا اور بے شمار لشکر لے کر چڑھ دوڑے تو معاہدہ ہونے کے باوجود یہودیوں نے مشرکین سے ساز باز کی اور مسلمانوں کی پیٹھ میں خنجر گھونپنا چاہا۔ اللہ کریم کی مدد مسلمانوں کے ساتھ تھی حضور نبی کریم ﷺ بنفس نفیس جلوہ افروز تھے لہذا مسلمانوں کو فتح ہوئی اور مشرکین کے لشکر نامراد لوٹے۔ اس طویل جہاد کے بعد حضور اکرم ﷺ واپس در اقدس کی طرف تشریف لے گئے خانہ مبارک پہنچ کر سر مبارک سے خود اُتارا اور پانی کا چلو سر اقدس پر ڈالا ہی تھا کہ جبرائیل امین حاضر ہو گئے اور عرض کی کہ اللہ کریم کا حکم ہے کہ آپ ﷺ زرہ نہ اُتاریں نہ ہی اہل لشکر کو اُتارنے دیں اور اسی لشکر کو لیکر بنو قریظہ کے یہود کی خبر لیجئے۔ غزوہ خندق تیس یا بتیس دن جاری رہا کفار خندق عبور کرنے کی کوشش کرتے رہے مسلمان دفاع کرتے رہے رات دن کا کوئی گھنٹہ فرصت کا نہیں تھا غزوہ کے اختتام پر کچھ زخمی تھے باقی سب تھکاوٹ سے چور تھے لیکن جب اللہ کا حکم آیا تو اسی لمحے حضور اکرم ﷺ خود بھی روانہ ہوئے اور لشکر کو بھی فوری روانگی کا حکم دیا بنو قریظہ پہنچ کر یہود کو انکی بدعہدی کی سزا دی اور یہود کا قلع قمع کیا۔

ہمارے حکمران کس طرح میثاق مدینہ سے اپنا جوڑ بناتے

ہیں؟ کیسے کالے کرتوتوں کو میثاق مدینہ کا حوالہ دے کر درست ثابت کرتے ہیں؟ کافروں کی فرمائش پر کافروں سے سود پر قرضہ لیتے ہیں کفار کے کہنے پر اپنے مجاہداُن کے حوالے کرتے ہیں اپنے عوام کو اُن سے قتل کرواتے ہیں اور کفار سے یہ معاہدے کرتے ہیں کہ تم ہمارے لوگوں کو مارتے رہو ہم اس پر احتجاج کرتے رہیں گے تم اس کی پرواہ نہ کرنا۔ یہ کیسا کردار ہے اور حوالے کہاں کے دیئے جا رہے ہیں۔ میثاق مدینہ میں کیا خلاف شریعت بات پر معاہدہ ہوا تھا؟ وہاں تو یہودیوں نے مشرکین عرب کے ساتھ ملکر ساز باز کی تھی مشرکین کی مدد کرنا چاہتی تھی تو اللہ نے اس بدعہدی پر ان کا قلع قمع کرادیا۔

فرمایا جارہا ہے کہ خود کو مسلمان کہلواتے ہو تو کافروں کے ساتھ دوستی نہ کرو ان سے دوستی کرو گے تو تم پر اللہ کی طرف سے حجت قائم ہوجائے گی کہ تم اللہ کے ماننے والے نہیں ہو تم نے اللہ پر اعتماد نہیں کیا نہ اللہ کے ماننے والوں پر اعتماد کیا بلکہ تم نے سمجھا کہ تمہاری مشکلات کا حل انکے پاس ہے جو اللہ کی الوہیت ہی کے قائل نہیں۔ ہمارے زمانے کے کفار خود کو بندوروں کی اولاد نہیں کہتے تھے وہ اللہ کی عظمت کے بھی قائل تھے اُن کا شرک یہ تھا کہ انہوں نے صفات میں بہت سے شریک بنا رکھے تھے کوئی بارش برسانے والا بت تھا کوئی اولاد دینے والا کوئی جنگ کا تھا اور کوئی فتح کا کوئی رزق دینے والا تھا اور پھر ان سب سے اوپر ایک ہستی کو اللہ مانتے تھے اللہ نے فرمایا اللہ اپنی ذات میں بھی اور صفات میں بھی یکتا ہے جبتک ایسا نہ مانا جائے تب تک ماننا قبول ہی نہیں۔

آج کے نام کے مسلمان حکمران تو ان کفار سے مرعوب ہیں جو خود کو بندروں کی اولاد کہتے ہیں مغربی حکمرانوں کا طرز عمل تو یہ ہے کہ جو نشہ آور اشیاء مشرق سے مغرب کو جائیں وہ تو منشیات کے زمرے میں آتی ہیں اور جتنی چاہے شراب مغرب سے مشرق کو آئے وہ منشیات میں شامل نہیں۔ برطانیہ کچھ عرصہ پہلے چین میں افیون کی فروخت کرتا تھا چینی حکمرانوں نے اسے روکا تو اس پر برطانوی فوجوں نے چین پر حملہ کر دیا باقاعدہ جنگ ہوئی اور اس جنگ کا نام ہی Opium War یعنی افیون کی جنگ مشہور ہے یہ معیار ہے اہل مغرب کا جن سے ہم اپنی بقاء کی امیدیں لگائے بیٹھے ہیں جن کے بھروسے پر ہم سود پر قرض لیتے ہیں اور اپنے مسائل حل کرنے کے خواہش مند ہیں۔ میرا مقصد تو قرآن کی تفسیر بیان کرنا ہے سیاسی گفتگو کرنا نہیں لیکن قرآن حکیم زندگی کے کسی پہلو کو بیان کئے بغیر نہیں چھوڑتا معیشت ہو یا معاشرت سیاست وحکومت ہو یا عدل وانصاف ہر ہر پہلو پر بات کرتا ہے اور ہر موضوع پر رہنمائی عطا فرماتا ہے کہ اگر تم مسلمان ہو کر کافروں سے دوستی کرو گے تو وہ تمہیں حرام کھانے پر مجبور کریں گے جب تمہاری معیشت سودی ہوگی تم سود پر قرضے لے کر حرام کھاؤ گے تو پھر کیا تمہارا ایمان سلامت رہے گا؟ پھر دعویٰ اسلام کا کرتے رہے اور عملاً کفریہ کام کرتے رہے تو اُسے کیا کہیں گے؟ اسے کہتے ہیں نفاق۔ کفر کی الگ الگ قسمیں ہیں کوئی بڑا کافر ہے کوئی چھوٹا کافر لیکن کافر ہیں سارے ہی کافر۔ الکفر ملۃ واحدہ کتے اپنی جنس میں کتے ہی ہوتے ہیں اگرچہ ان میں سے کچھ شکاری ہوتے ہیں کچھ پہرہ داری کرتے ہیں اسی طرح کافر بھی سارے کافر ہی ہوتے ہیں اور منافق بھی سارے ہی منافق ہوتے ہیں۔ دنیا میں انسانوں کے تین ہی گروہ ہیں مومن، کافر اور منافق۔ ان آیات میں منافقین کا کردار اور ان کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ جس کا دعویٰ اسلام کا رہا اور کردار کافروں کا ہو گیا تو وہ منافق ہے اور منافق کا انجام کافر سے بدتر بلکہ بدترین ہے۔ جائیں گے تو کافر بھی جہنم

میں ہی لیکن منافق جہنم میں بھی کافروں سے نچلے درجے میں ہوگا۔ اللہ پناہ دے جہنم بہت بری جگہ ہے۔ دنیا میں جہنم کے بارے سوچا بھی نہیں جاسکتا نہ جنت کی راحتیں دنیا میں تصور کی جاسکتی ہیں نہ جہنم کے عذابوں کے بارے دنیا میں کوئی تصور قائم کیا جاسکتا ہے۔ لیکن منافق کے بارے قرآن حکیم میں دوسری جگہ ملتا ہے کہ کافروں کے زخموں سے جو خون اور پیپ بہے گا وہ منافقین کی غذا ہوگا اور پھر تاکید اِنّ کا لفظ استعمال فرمایا **ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار** کہ یقیناً منافق دوزخ کے سب سے نچلے خانے میں ہوں گے اور اے مخاطب **ولن تجدلھم نصیراً** o پھر ان کی مدد کرنے والا بھی کوئی نہ ہوگا نہ کوئی مددگار نہ کوئی شفیع نہ کوئی دعا کرنے والا یعنی اللہ اپنے نبیؐ و رسولؐ کو ان کی شفاعت کرنے سے روک دے گا کوئی شہید' صدیق اور ولی انکی مدد نہ کرسکے گا۔

الا الذین تابوا واصلحو o اللہ کی رحمت بندے کی سوچ سے باہر ہے کوئی فرد اللہ کے کرم کا اندازہ نہیں کرسکتا کہ وہ فرماتا ہے کہ یہ سب کچھ کر لینے کے بعد بھی اگر لوگ اس مکلّف زندگی میں توبہ کرلیں تو دار دنیا میں توبہ کا دروازہ کھلا پائیں گے رحمت الٰہی کا دروازہ کھلا ہے رحمۃ اللعالمین ﷺ کی نبوت قائم ہے اور باب رحمت وا ہے۔ بندہ کتنے ہی گناہ کر چکا ہو' منافق ہو گیا ہو' حرام کھا چکا ہو کسی لمحے توبہ کر لے اپنی اصلاح کر لے آئندہ کے لئے بچنے کا عزم کر لے تو اللہ اسے مغفرت عطا کر دے گا اور اسے ایمان داروں کی صف میں کھڑا کر لے گا۔ لیکن جاننا چاہیے کہ توبہ کیا ہے؟ توبہ کوئی لفظ نہیں بلکہ ایک عمل ہے توبہ یہ ہے کہ بندے کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے وہ اللہ سے اس قصور کی معافی چاہے اس عمل سے رک جائے آئندہ کے لئے اس عمل سے باز رہنے کا عہد کرے۔ یعنی اپنا عقیدہ بھی درست کر لے اور اپنا کردار بھی درست کر لے اور پھر دامانِ رحمت سے وابستہ ہو جائے۔ **واعتصموا باللہ** اللہ کے دین سے پھر چمٹ جائے جس طرح جان بچانے کے لئے کسی رسے سے مضبوطی سے لپٹ جایا کرتا ہے اسی طرح اللہ کے دین کے ساتھ مضبوطی سے چمٹ جائے اللہ کے ساتھ اپنے عقیدے کو کھرا کر لے اس میں کوئی آمیزش نہ رہے تو **فاولٰئک مع المومنین** اللہ کریم اسے ایمان والے لوگوں کی قطار میں کھڑا کر لے گا اور ایمان والوں کی صفت میں کھڑا ہو جانا معمولی بات نہیں **وسوف یوت اللہ المومنین اجراً عظیما** o

اور تم خود دیکھ لو گے کہ مومنین کو کیا کیا نعمتیں عطا ہوں گی جن کے ملنے میں زیادہ دیر نہیں اور یہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ **مایفعل اللہ بعذابکم**. اللہ کریم کو ضرورت ہی کیا ہے کہ وہ بندوں کو ہلاک کرتا پھرے یہ تو بندے خود غلط فیصلے کر کے خود پر عذاب لاتے ہیں یہ تو ایسے ہی ہے کہ کوئی شخص جان بوجھ کر زہر کھائے اور پھر اللہ سے گلہ کرے کہ اس نے مجھے مار دیا حالانکہ اللہ نے تو اسے زندگی دی' زہر کھانے سے منع کیا لیکن اس نے زہر کھا کر خود کو مار ڈالا خلاف شریعت عمل کرنا زہر کھانے کے برابر ہے اس لئے فرمایا اللہ کو ضرورت نہیں کہ تمہیں عذاب دے تم خود اپنے لئے عذاب اکٹھا کرتے ہو۔

ان شکرتم وامنتم اگر تم اللہ کا شکر ادا کرو اور اپنا ایمان صحیح کرلو تو تم دیکھو گے کہ تمہارے پاس اللہ کی اتنی نعمتیں ہیں جنہیں تم چاہو بھی تو گن نہ سکو گے تو کیا تم اتنے گئے گزرے ہو کہ اللہ کی عطا کردہ اتنی نعمتیں حاصل کر کے اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔

شکر کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ امنتم اللہ کا کہنا مان لو' اس کی اطاعت کرلو پھر دیکھو کہ اللہ شکر کرنے والوں کی کتنی قدر کرتا ہے

وکان اللّٰہ شاکراً علیماً اورشکر کرنے والوں کومزید کتنے انعامات سے نوازتا ہے۔

یہ یقین رکھو کہ وہ علیم ہے وہ جاننے والا ہے کھلے اور چھپے ہر حال سے واقف ہے یہ فکر نہ کرو کہ جو نیکیاں تم چھپا کہ کرتے ہو اکیلے میں کرتے ہو اللہ کو ان کے بارے کون بتائے گا۔ وہ دلوں کے بھیدوں کو بھی جانتا ہے وہ ہر نیک عمل کو بھی جانتا ہے اور بناوٹی اور حقیقی توبہ کے فرق کو بھی جانتا ہے وہ جانتا ہے کہ کون خلوص دل سے کر رہا ہے اور کون ایسا بدنصیب ہے جو اس کے ساتھ مکر کرتا ہے۔

لوگو! اللہ کا در رحمت وا ہے برکات رسالت ﷺ برس رہی ہیں ہر دور پر برستی رہی ہیں ہر زمانے پر برستی ہیں اور قیامت تک برستی رہیں گی یہ اپنے اپنے دامن کی بات ہے کہ کسی نے دامن ہی چاک کر دیا اور کسی نے غیر اللہ کے سامنے کافر طاقتوں کے سامنے پھیلا دیا۔

وہاں اپنا دامن پھیلاؤ جہاں پھیلانا چاہیے اللہ کی بارگاہ میں پھیلاؤ وہ تمہارے مانگنے سے زیادہ دینے پر قادر ہے۔

وآخر دعونا ان الحمدللّٰہ رب العالمین

☆☆

اللہ یار خان رح ہسپتال میں سپیشلسٹ کلینک کا آغاز

☆ ڈاکٹر امتیاز احمد .... ہارٹ سپیشلسٹ (پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی لاہور)

اوقات: بروز منگل۔ بدھ۔ جمعتہ المبارک شام 6 بجے تا 9 بجے

☆ ڈاکٹر عامر رضا .... چائلڈ سپیشلسٹ (چلڈرن ہسپتال لاہور)

اوقات: بروز سوموار تا جمعتہ المبارک شام 6 بجے تا 9 بجے

☆ ڈاکٹر فرزانہ رشید .... (فی میل فزیشن)

اوقات: بروز سوموار تا جمعتہ المبارک شام 6 بجے تا 9 بجے

ای۔سی۔جی۔ بھاپ دینے والے مشین، شوگر ٹیسٹ۔ کارڈیک مانیٹر اور لیبارٹری کی سہولیات موجود ہیں۔

اللہ یار خان رح ہسپتال 34-اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

فون۔ 042-5183888-0343-4570645

سوال و جواب

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 31-07-08

سوال :- احادیث مبارکہ میں "سواد اعظم" کا ذکر یوں آتا ہے کہ سواد اعظم کی پیروی کرو جو اس جماعت سے الگ ہوا خواہ بالشت بھر ہی الگ ہوا گویا اس نے اسلام کا جبّہ اپنے گلے سے اُتار دیا۔ سواد اعظم کی وضاحت کر دیں۔

جواب :- سواد اعظم کی بنیاد صحابہ کرامؓ کی وہ جماعت ہے جو عہد نبوی میں سوا لاکھ سے زیادہ تھے۔ سواد اعظم سے مراد تابعین کی وہ مقدس جماعت ہے جن کے بارے حضورﷺ نے فرمایا تھا خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم او کما قال رسول اللہﷺ سب سے بہترین زمانہ میرا ہے پھر میرے ساتھ والوں کا پھر اُن کے ساتھ والوں کا ان کو "خیر القرون" کہتے ہیں تب سے لیکر اب تک ایک بندہ بھی اس راہ پر رہ جائے اور ساری دنیا بھی گمراہ ہو جائے تو وہ ایک سواد اعظم ہو گا۔

سواد اعظم سے مراد محض لوگوں کی اکثریت نہیں ہوتی سواد اعظم سے مراد اہل حق ہیں اور اہل حق کی بنیاد صحابہ کرامؓ ہیں اُن کی راہ پر چلنے والے تابعین، تبع تابعین، سلف صالحین آئمہ فقہ، آئمہ تفسیر، آئمہ حدیث ہیں اہل حق کی یہ جماعت جادہ حق پر تا قیامت چلتی رہے گی اور اس راستے پر چلنے والے لوگ سواد اعظم شمار ہوں گے۔ سواد اعظم محض اکثریت کو نہیں کہتے اکثریت ناشکری اور کفر پر ہو وہ سواد اعظم نہیں کہلاتی اسی لئے ذات باری کا ارشاد ہے وقلیل من عبادی الشکور (السبا ۱۳) میرے شکر گزار بندے تھوڑے ہوتے ہیں۔

سوال :- میں نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ ذکر کرنے سے کافروں کے لطائف بھی روشن ہو جاتے ہیں ہاں منازل ایمان کے بغیر نہیں ہوتے تو کیا یہ سمجھا جائے کہ سلسلہ عالیہ سے وابستگی کیلئے ایمان شرط نہیں؟

جواب :- آپ نے یا تو پوری بات سنی نہیں یا پوری بات سمجھی نہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ اگر کافر کو ذکر کرایا نہیں بتایا بھی جائے تو جب تک وہ ذکر کرتا رہتا ہے تب تک اللہ کے نام کے انوار آتے رہتے ہیں کہ انوار تو اللہ کے نام میں ہوتے ہیں لیکن جیسے ہی ذکر چھوڑ دے یا ذکر کرانے والا اٹھ کر چلا جائے وہ انوار بھی ختم ہو جاتے ہیں لطائف میں جگہ نہیں پکڑتے اور یہ ایک وقتی کیفیت ہوتی ہے اس لئے کہ انوارات کو جذب کرنے کے لئے ایمان شرط ہے۔ ایمان مقدم ہے اور انسان اعمال کا مکلّف بھی ایمان کے بعد ہی ہوتا ہے یہ اور بات ہے کہ بندہ مسلمان نہیں تھا اس نے کوئی نیک کام کیا کسی غریب کی مدد کی، کسی بیمار کا علاج کروا دیا کوئی نیکی کی جو اللہ کریم نے قبول فرمائی اور اسے ایمان قبول کرنے کی توفیق دے دی تو اس کا انحصار اللہ کریم پر ہے۔ انہی نیک اعمال میں سے ایک عمل ذکر قلبی بھی ہے ایک کافر کو ذکر سکھا دیں اور اگر وہ مسلسل کرتا رہے تو اسے بھی ایمان نصیب ہو جاتا ہے لیکن یہ ایمان کی شرط نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ایک عمل ہے اور اعمال کا مکلف بندہ ایمان قبول کرنے کے بعد

ہوتا ہے۔ایمان بہرحال بنیاد ہے ایمان قبول کرنے کے بعد اگر کسی کو توجہ دی جائے یا ذکر کروایا جائے تو جو انوارات آتے ہیں وہ اس کے دل میں ٹھکانہ بنا لیتے ہیں۔

سوال :- آپریشن کر کے کسی کا دل کسی اور کو لگا دیا جائے تو کیا اس طرح لطیفہ قلب بھی ساتھ ہی منتقل ہو جائے گا یا صرف مکان بدلے گا مکین وہیں رہے گا؟

جواب :- ایک حد تک اثر ضرور منتقل ہوتا ہے جیسے ٹی وی پر ایک دستاویزی فلم دکھا رہے تھے کہ ایک شخص کا ہاتھ حادثے میں کچلا گیا اسی اثناء میں ایک ڈاکو جو پولیس مقابلے میں مارا گیا تھا وہ اسی ہسپتال میں لایا گیا ابھی اسکی مکمل موت واقع نہیں ہوئی تھی کہ ڈاکٹروں نے اس کا ہاتھ کاٹ کر پہلے شخص کو لگا دیا جس کا ہاتھ حادثے میں ضائع ہو گیا تھا اس کے بعد کے حالات بتائے گئے کہ وہ شخص سوتے میں بارہا غیر ارادی طور پر اپنی بیوی کی گردن دبوچ لیتا تھا کیونکہ اس ہاتھ کی زندگی بھر یہی عادت تھی۔اس طرح عادات کا اثر تو منتقل ہو سکتا ہے کردار اور عمل منتقل نہیں ہوتے لہذا کسی نیک بندے کا دل کسی کو لگا دیا جائے یا کسی نیک کا خون اسے دے دیا جائے تو عین ممکن ہے کہ اس کی سوچ میں کچھ تبدیلی آ جائے لیکن منازل منتقل نہیں ہو سکتے کیونکہ منازل اعمال سے ہیں۔عادات تو منتقل ہو سکتی ہیں کردار یا عمل منتقل نہیں ہوتا یہ بندے کا اختیاری فعل ہے۔

سوال :- ہمارے ایک ساتھی ہیں ڈاکٹروں کے مطابق اُن کے سینے میں دو دل ہیں کیا ان کا لطیفہ قلب بھی دونوں میں ہو گا؟

جواب:- سینے میں دو دل ہونا محض قدرت باری کا اظہار ہے لیکن دونوں دل ایک سا کام نہیں کرتے کام تو ایک دل ہی کرتا ہے دوسرا باقی اعضائے بدن کی طرح ایک عضو ہی رہتا ہے جو کام کرنے والے دل کے خون بھیجنے پر زندہ رہتا ہے۔میرے ایک عزیز کا دل بائیں طرف کے بجائے دائیں طرف ہے لیکن سارا جسمانی نظام درست ہے یہ چیزیں اللہ کی قدرت ظاہر کرتی ہیں کہ اللہ کسی طرح مجبور نہیں وہ جو چاہے کر سکتا ہے اگرچہ عمومی قاعدہ وہی ہے جو اس نے خود مقرر کر رکھا ہے۔لہذا اعضائے جسمانی میں دل تو دو ہو سکتے ہیں لطیفہ ربانی یعنی لطیفہ قلب ایک ہی ہوتا ہے۔

سوال :- یہ ایک حقیقت ہے کہ انسانوں کی استعداد مختلف ہوتی ہیں۔استعداد میں یہ اختلاف انسانی روح کی وجہ سے ہوتا ہے یا عناصر اربعہ کی آمیزش کی وجہ سے ہوتا ہے یا روح اور جسم دونوں کی وجہ سے ہوتا ہے؟

جواب :- تمام انسانوں کے فطری تقاضے ایک جیسے ہیں ان میں اختلاف استعداد نہیں ہے۔قبول حق کی استعداد بھی ہر پیدا ہونے والے کو دی جاتی ہے۔فطری تقاضے جیسے کھانا پینا زندگی کے امور کی فکر والدین اور بچوں کی خبر گیری اس میں تقریباً سب برابر ہوتے ہیں تلاش حق اور قبول ایمان کی استعداد بھی ہر بندے میں فطری طور پر موجود ہوتی ہے اس کے بعد انسانی کردار اور انسانی عمل' اس کا احساس ذمہ داری یا لاپرواہی انسانی استعداد کو بڑھاتے گھٹاتے ہیں جس سے استعداد کا اختلاف نظر آتا ہے۔کردار سازی میں والدین' ماحول اور معاشرہ اپنا اپنا کردار ادا کرتے ہیں اور انسان اچھائی کیطرف ترقی کر جاتا ہے یا خدانخواستہ دوسری طرف چلا جاتا ہے بعض لوگوں کا ذاتی کردار ایسا ہوتا ہے کہ من جانب اللہ انہیں توفیق مل جاتی ہے اور وہ زیادہ حساس ہو جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ استعداد میں کچھ فرق اللہ کریم نے خود رکھا ہے۔ ہر انسان کے اگرچہ وہی بنیادی اعضائے جسم ہیں لیکن ہر فرد کی ساخت اور دوسرے کی ساخت میں فرق ہے کوئی دو انسان ہو بہو

ایک جیسے نہیں ہیں کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی تفاوت ہے خون کے گروپ کا فرق ہے ہاتھوں کی لکیروں کا فرق ہے اسی طرح دیکھنے' سننے' بولنے' پڑھنے' سمجھنے' پڑھانے غرض ہر کام کی استعداد کار میں فرق رکھا گیا ہے اور یہ اللہ کریم کی قدرت کاملہ کا اظہار ہے کہ اس نے اتنی عظیم کائنات بنائی کھرب ہا انسان' جانور' پرندے بنائے اور کوئی ایک بھی ہو بہو دوسرے جیسا نہیں۔ اسی طرح اس نے استعداد کا بھی فرق رکھا ہے اور حساب بھی اس نے خود ہی لینا ہے۔ جس کو جتنی استعداد عطا کی ہے اس سے اسی کے مطابق حساب بھی ہوگا کسی سے زیادتی نہیں ہوگی کہ اللہ کریم نے استعداد تو تھوڑی دی ہو اور مطالبہ زیادہ کرے وہ خود جانتا ہے کہ اس نے کس کو کتنی استعداد دی ہے حساب بھی اسی کے مطابق ہی ہوگا۔

سوال :- یوم الست جو تمام انسانوں سے اکٹھا عہد لیا گیا یہ اقرار صرف ارواح سے کروایا گیا یا جسم بھی ساتھ تھا اور کیا انسانوں کو ان رکاوٹوں کا ادراک بھی کروایا گیا جو قرب الٰہی کے راستے میں حائل ہو سکتی تھیں جیسے نفس' اس کے تقاضے' ابلیس' اس کے وار' سوال کا مقصد یہ ہے کہ اس عہد کی نوعیت کیا تھی جس کی وجہ سے انسان فوز عظیم پاتا ہے یا ہمیشہ کی ذلت و رسوائی؟

جواب :- اس عہد الست کی نوعیت اللہ کی ربوبیت کی معرفت عطا کرنی تھی۔ معرفت باری تعالیٰ کے ادراک کے لئے جسم کی نہیں روح کی ضرورت ہے لہذا عہد الست ارواح سے لیا گیا اور حقیقی انسان تو صرف روح ہے جسم تو دنیا میں ایک آلے کے طور پر دیا گیا ہے۔ صاحب روح البیان لکھتے ہیں کہ اگر مطلق انسان کی بات ہو تو اس سے مراد روح ہے دنیا میں کام کرنے دنیوی مجاہدات' عبادت اور آزمائشوں کے لئے ایک آلہ دیا گیا ہے ورنہ اصل انسان تو روح ہے اسی لئے کافر کو قرآن حکیم نے مردہ کہا ہے حالانکہ اس کا جسم تو دنیا میں زندہ ہوتا ہے۔ تو زندہ جسم کو قرآن نے مردہ کیوں کہا۔ اس لئے کہ اس کی روح میں حیات نہیں ہے اصل انسان تو روح ہے اور وہ ایمان کے سبب حیات پاتی ہے۔ صرف جسم میں حیات ہونا کوئی حیات نہیں۔ عظمت الٰہی کا اقرار ارواح سے کروایا گیا اس وقت تک بھوک پیاس یا دیگر عوارضات جسمانی سے ارواح آشنا نہیں تھیں اور یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ بھوک' پیاس' نیند' گرمی یا سردی یہ صرف نیکی کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کا کام ہی نہیں کرتیں بلکہ یہی چیزیں ترقی درجات کا سبب بھی بنتی ہیں یہ دونوں طرف استعمال ہوتی ہیں جدھر کوئی لے جانا چاہے۔ راہ حق میں بھوک' پیاس کی شدت برداشت کرنا ترقی درجات کا باعث ہے اور بھوک' پیاس' نیند کو احکام الٰہی کی بجا آوری پر فوقیت دینا گمراہی کا باعث ہے۔ لہذا عہد الست ان امور کا ذکر نہیں کیا گیا کہ یہ تو دونوں طرف استعمال ہونے والی چیزیں ہیں ساری بات تو انسان کا اپنا فیصلہ ہے اور اللہ کریم نے اسے فیصلہ کرنے کا اختیار دے دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے **ان ھدینہُ السبیل اما شاکراً و اما کفوراً**

یہ تو اللہ کا کام ہے کہ اس نے جب دنیا پر پہلا انسان بھیجا تو اسے نبیؑ بنا کر بھیجا۔ آدمؑ خود نبی تھے پھر انکی اولاد میں نبی مبعوث فرمائے اور بعثت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ قیامت تک کی انسانی آبادیوں کو انوار نبوت سے روشن کر دیا۔ تمام ارواح سے "عہد الست" لے کر دنیا میں انسانوں کو بھیج کر انکے ساتھ ضروریات زندگی کے تقاضے جوڑ کر انہیں بے یارو مددگار نہیں چھوڑا بلکہ تمام انبیاء کرام اسی عہد الست کی یاد دلاتے رہے۔ دنیوی وسائل کو درست طریقے سے بروئے کار لانے کا سلیقہ سکھاتے رہے حق کا راستہ دکھاتے رہے حق کے راستے کی رکاوٹوں کو دور کرنے کا طریقہ سکھاتے رہے حق کی تلقین کرتے رہے اور حق پر چلنے کے لئے

رہبری کرتے رہے۔ یوں اللہ کریم نے یہ اہتمام بھی فرمادیا کہ جب یہ دشواریاں پیش آئیں تو رہنمائی کرنے والا اللہ کا نبی اور رسولؐ بھی موجود ہو۔

سوال :- گھر میں قرآن حکیم کے نسخے مختلف صورتوں میں موجود ہوتے ہیں کچھ تفسیر کی جلدیں ہیں کوئی صرف ترجمے والا نسخہ ہے کوئی صرف تلاوت کے لئے ہے چند پارے ہیں ۔ آج کل "اکرم التفاسیر" پڑھ رہا ہوں باقی ماندہ الماریوں میں رکھے رہتے ہیں کیا اس طرح بغیر پڑھے قرآن حکیم کے نسخوں کا گھروں میں رکھنا باعث گناہ ہے؟

جواب :- نہیں ایسا نہیں ہے' ہمارے پاس لائبریری میں کم وبیش پچیس' تیس ہزار سے زیادہ کتابیں ہیں ساری کی ساری ہر وقت تو نہیں پڑھی جاسکتیں۔ جیسی ضرورت ہو ویسی پڑھی جاسکتی ہیں بلکہ ان کا رکھنا باعث برکت ہے وقتاً فوقتاً مختلف مسائل کے لئے کوئی نہ کوئی کتاب کھلتی رہتی ہے۔ مختلف تفاسیر دیکھی جاتی ہیں کہ کس نے اس مسئلے کے بارے کیا رائے دی ہے لہٰذا استعمال کے لئے استفادے کے لئے رکھنا باعث برکت ہے ہاں رکھ کر چھوڑ دینا تلاوت ترک کر دینا یہ زیادتی ہے اور نہ پڑھنے کا گناہ ہے۔ رکھنے کی برکت پھر بھی اپنی جگہ ہے کہ اللہ کا کلام ہے اس کا رکھنا باعث برکت ہے اور اس کی طرف التفات نہ کرنا یا اس کے لئے وقت نہ نکالنا یہ ایک جرم بن جاتا ہے۔ اللہ پاک معاف فرمائے۔

قرآن حکیم تو اللہ کریم کا نور ہے اس کا رکھنا باعث برکت وباعث سعادت ہے لہٰذا کوئی نہ کوئی قرآن حکیم کا نسخہ تفسیر کی کوئی جلد' احادیث مبارکہ کی کتب' فقہ کی کوئی کتاب زیر مطالعہ رہنی چاہیے اور مطالعے کے لئے کچھ وقت نکالا جانا چاہیے کتابیں علم کا خزانہ ہیں پھر دینی کتب کا ذخیرہ باعث رحمت ہے لیکن بلند وبالا الماریوں میں قرینے سے سجا کر رکھنا اور اُن سے مستفید نہ ہونا کوشش ہی نہ کرنا بڑی محرومی ہے۔ کوشش کرنی چاہیے کہ تلاوت قرآن کو روزانہ کا معمول بنایا جائے ایک آدھ حدیث مبارکہ اور ایک آدھ مسئلہ فقہ سے پڑھا جائے اس لئے کہ عمل کے لئے علم شرط ہے۔ اللہ قبول فرمائے۔

............☆☆☆............

تعاونوا علی البر و التقوی

مخیر حضرات کیلئے صدقہ جاریہ کا نادر موقع

احباب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کے مستحق بچے و دیگر نادار ذہین طلباء میرٹ پر پورا اُترنے کے باوجود ادارہ ہذا میں مالی مشکلات کے باعث تعلیم حاصل نہیں کر سکتے۔ ادارہ ممکن حد تک ان طلباء کی مدد کر رہا ہے لیکن تعداد زیادہ ہے اور تعلیمی اخراجات 60/50 ہزار روپے سالانہ ہیں۔ مخیر حضرات اس کار خیر میں حصہ لے سکتے ہیں۔

برائے رابطہ

پرنسپل صقارہ سائنس کالج دارالعرفان منارہ ضلع چکوال فون 0543-562222

ہر گناہ صحبت شیخ کے اثرات کے خلاف ہے۔ آپ کسی دیوار سے سوئی کے ساتھ ایک ریزہ نکال دیں تو دیوار کو ایک حد تک کمزور اُس نے بھی کیا اور آپ بہت بڑا ہتھوڑا لے کر کوئی بہت بڑا پتھر توڑ دیں تو دیوار کو توڑا اُس نے بھی ہے توڑا اس چھوٹے سے ریزے نے بھی ہے۔ ہر خطا اپنا رخنہ ضرور پیدا کرتی ہے۔ خطا کا ہونا تو ممکن ہے لیکن اس کے ساتھ توبہ کی مرمت ہوتی رہے تو اللہ مہربانی فرماتا ہے جو لوگ خطا کرتے ہیں اور اسے پیشہ نہیں بنا لیتے' توبہ کرتے ہیں تو اللہ کریم ان پر رحم فرماتے ہیں۔ ماخوذ از "کنز الطالبین"

تعاون
اسلم ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
مینوفیکچرز آف پی سی یارن
پُل کوریاں سمندری روڈ فیصل آباد فون 041-2667571-2

فنونِ لطیفہ پر حضرت شیخ المکرم کا تبصرہ

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

بشیر احمد صاحب کی کتاب "بولتے رنگ سوچتی لکیریں" پا کر علم وفن کے نئے گوشے واء ہوئے۔ میں ان کا شکر گزار ہوں ساتھ انہوں نے فرمایا کہ اس پر رائے بھی دیں یہ مجھے کچھ عجیب سا لگا۔ میں ایک عام آدمی ہوں ان فنون پر میری رائے کیا ہوگی یہ بحر عمیق ہوتے ہیں اور انہی لوگوں کو اس پر بات کرنے کا حق ہے جو ان سمندروں میں غوطے لگاتے اور موتی نکالتے ہیں بہر حال تعمیل ارشاد کیلئے چند سطریں ضرور لکھتا ہوں۔

رنگوں کا بولنا یا رنگوں کی زبان میں بات کرنا بہت ہی مشکل فن ہے۔ آپ کیا لکھ رہے ہیں یا کونسی تصویر بنا رہے ہیں اس کا انسانیت پہ کیا اثر پڑتا ہے اور اسی اثر کو اُجاگر کرنے کیلئے کونسا رنگ اور کسقدر گہرا لگایا جائے یہ بہت گہری بات ہے بلکہ اسے اگر کیفیت کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ مثلاً آپ اسم الٰہی لکھتے ہیں تو اس سے مراد خالق ورازق ہے تو رنگ مختلف ہوگا اور اگر مراد حساب لینے والا یا جبار وقہار لکھتے ہیں تو رنگ بھی مختلف ہوگا اور اسکی گہرائی بھی مفہوم کے اظہار کے لئے ضروری ہوگی۔ ایسے ہی آپ کوئی لینڈ سکیپ بناتے ہیں تو سوال ہوگا کہ مراد خوبصورتی اور رنگ بہاراں کا اظہار ہے یا کوئی حادثہ گزر گیا اور دکھ کا اظہار مقصود ہے تو اسی نسبت سے نہ صرف رنگ بدل جائینگے بلکہ انکی گہرائی وغیرہ کے انداز بھی مختلف ہونگے اور یہی صورتحال قرآنی آیات مبارکہ میں کارفرما ہوگی۔

دوسرا پہلو سوچتی لکیریں بھی خوب ہے کہ ہر لکیر دعوت فکر دیتی ہو لکیر کو دیکھ کر ایک کیفیت پیدا ہو اور وہ کیفیت وہی ہو جو کاتب یا مصور آپ کو جتانا چاہتا ہے یا اس میں سے گزارنا چاہتا ہے۔

بولتے رنگوں کے ساتھ سوچتی لکیروں کا رشتہ ابدی لگتا ہے کہ ہر رنگ یا خود لکیر بنائے گا یا لکیر کے اندر محدود ہوگا۔ اب رنگ اپنی بات کا اظہار کرے گا ہی مگر وہ ٹنڈے گھیرے اور لکیریں جن میں وہ رنگ مقید ہے اسکی گہرائی اور گیرائی کے بارے سوچنے پہ مجبور کر دینگی تو صاحب فن کی گرفت نہ صرف فن خطاطی پہ مضبوط ہو بلکہ پہلے تو دکھ سکھ، غم اور خوشی کو وہ خود محسوس کر سکتا ہو اور مراد انسانیت کے دکھ درد سے ہے ذاتی دکھوں کو کون محسوس نہیں کرتا پھر رنگوں کے انتخاب کا تعلق اسکی ذاتی کیفیات سے ہو اور ایسی لکیروں میں سمو دے جو سوچ کے دروازوں پہ نہ صرف دستک دیں بلکہ در وا کرتی چلی جائیں اور یہ باتیں جناب بشیر موجد صاحب نے خوب نبھائی ہیں جنکا اظہار مختلف اسمائے الٰہی اور آیات مبارکہ کی کتابت سے ہو رہا ہے۔ آخر میں ان کی تحریر کی بات نہ کروں تو انصاف نہ ہوگا۔ آپ بیتی جگ بیتی کا پتہ دیتی' انداز بیان میں بے ساختگی، ملکی اور معاشرے کے بدلتے رنگوں کے ساتھ دوستوں کی دشمنیاں اور اچھے لوگوں کی اچھائیاں غیر محسوس طریقے سے اجاگر کرتی ہے۔ اللہ کریم انہیں جزائے خیر دے۔ فقیر بجز دعا دے بھی کیا سکتا ہے۔

☆☆☆

کیا سوچنے کیلئے 61 سال کافی نہیں ہوتے!!

عمار چودھری

گوگل ڈاٹ کام انٹرنیٹ کا سب سے بڑا سرچ انجن ہے۔ گوگل کو انٹرنیٹ کا بادشاہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے دنیا بھر میں بیس ہزار ملازمین اور سالانہ آمدن سولہ ارب امریکی ڈالر سے زائد ہے۔ گوگل کی سروسز سے اربوں افراد مستفید ہو رہے ہیں اور اس کا "ایڈورٹائزنگ پروگرام" لاکھوں افرد کو برسر روزگار کر چکا ہے۔ گوگل بنانے کا آئیڈیا چار ستمبر 1998ء کو کیلیفورنیا کے دو طالبعلموں جے برن اور لیری پیج کو آیا اگر ان کے پاس اعلیٰ تعلیم، تکنیکی مہارت اور تحقیق کا ہتھیار نہ ہوتا تو وہ اپنے خواب کی تعبیر نہیں دیکھ سکتے تھے۔ یہ ہتھیار ان طالب علموں کو امریکہ کی سٹینفورڈ یونیورسٹی سے حاصل ہوئے تھے جہاں ہر طالب علم کو زندگی میں بریک تھرو لانے کا ایک نہ ایک موقع ضرور ملتا ہے۔ جو طالب علم اس موقع سے فائدہ اٹھالیتا ہے وہ سرلیری پیج اور جے برن بن جاتا ہے۔ 2003ء میں گوگل نے بڑے بڑے اداروں کو نگلنا شروع کر دیا اور 2005ء تک اپلائڈ سمینٹکس، چائنیز زبان کے سرچ انجن" "بیدو" اور "پکاسا" گوگل کے سامنے گھٹنے ٹیک چکے تھے۔ جولائی 2005ء میں کرنٹ کمیونیکیشن گروپ، دسمبر 2005ء میں "امریکہ آن لائن" اور اکتوبر 2006ء میں "یوٹیوب" نامی ادارہ بھی گوگل کی پہنچ سے نہ بچ سکا۔ گوگل کی آخری بڑی خرید "ڈبل کلک" نامی ایڈورٹائزنگ کمپنی تھی جس کیلئے اس نے 2007ء میں تین ارب دس کروڑ ڈالر ادا کئے گوگل کی یہ اب تک سب سے مہنگی خرید تھی۔

گوگل ترقی کی بلندیوں تک کیسے پہنچا۔ گوگل مفت سہولیات کیونکر فراہم کر رہا ہے اور گوگل کے پردے کے پیچھے کون چھپا ہے؟ ان سوالوں کا جواب جاننے کیلئے تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھنا ہوگا۔ گوگل کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کے بعد امریکی حساس ادارے ایف بی آئی نے گوگل کے ساتھ 2004ء میں ایک معاہدہ کیا۔ اس معاہدے کے تحت ایف بی آئی کے سپیشل سائبر ونگ کو یہ اختیار حاصل ہو گیا کہ وہ گوگل کی تمام سروسز پر نظر رکھے گا، صارفین کی نقل و حرکت کو مانیٹر کر سکے گا اور کسی بھی ای میل اکاؤنٹ کی پرائیویسی میں دخل اندازی کر سکے گا۔ جیسے ہی کوئی کمپیوٹر گوگل کی ویب سائٹ پر جائے گا وہ ایف بی آئی کے کنٹرول میں چلا جائے گا اور کمپیوٹر میں موجود ڈیٹا اور دیگر معلومات مخفی نہیں رہیں گی۔ اس معاہدے کے بعد گوگل کو امریکی حکومت کی آشیرباد حاصل ہوگئی اور اس کے راستے میں آنے والی مالی اور تکنیکی مشکلات خود بخود دور ہوتی گئیں۔ گوگل کے بانی طالب علم یہودی تھے چنانچہ گوگل بھی یہودی لابی کے زیر اثر چلا گیا ہے اور دنیا بھر کے عام آدمیوں سے لے کر صدور تک اور دکاندار سے لیکر حساس اداروں تک کے خفیہ راز

یہودیوں کی پہنچ میں چلے گئے۔

دو روز قبل مجھے ایک طالب علم ذیشان کا فون آیا۔ وہ اعلیٰ تعلیم کے حصول کیلئے اسی یونیورسٹی میں جانا چاہتا تھا جہاں سے پڑھ کر لیری پیج اور جے برن نے انٹرنیٹ اور کمپیوٹر سائنس کی دنیا میں تہلکہ مچا دیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ گوگل جیسا سافٹ ویئر بنانا کوئی مشکل بات نہیں لیکن امریکہ جیسے ممالک میں ایسے پراجیکٹس کو حکومت اور انتظامیہ کی جانب سے مکمل سپورٹ حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں کوئی شخص اگر غلطی سے بھی غیر معمولی کارنامہ انجام دے دیتا ہے تو اس کے ساتھ تعاون تو دور کی بات ہے، گھاس تک نہیں ڈالی جاتی۔ اس کا کہنا تھا کہ ہمارے ہاں ٹیلنٹ بھی ہے لیکن عالمی معیار کے تعلیمی و تحقیقی ادارے، لائبریریاں اور لیبارٹریاں نہیں ہیں اور اگر کہیں معیاری تعلیم مل رہی ہے تو اس کے دام اتنے زیادہ ہیں کہ عام آدمی اس بارے سوچ بھی نہیں سکتا۔ ذیشان کا کہنا تھا کہ کمپیوٹر سائنس کا علم نہ رکھنے اور گوگل سے بہتر کوئی سرچ انجن نہ ہونے کے باعث ہم غیر محفوظ ہو چکے ہیں۔ اگر ہم نے اعلیٰ تعلیم بالخصوص کمپیوٹر سائنس پر اس طرح توجہ نہ دی جس طرح امریکہ یا بھارت دے رہا ہے تو پھر ہمارا کوئی بھی راز، راز نہیں رہے گا''۔ ذیشان ان چند لوگوں میں سے ایک ہے جو اس بے چہرہ خطرے سے آگاہ ہو چکے ہیں جو پراسرار طریقے سے ہماری ان معلومات پر نظر رکھے ہوئے ہے جنہیں ہم بہت زیادہ محفوظ سمجھتے ہیں۔ یہودیوں کے اس چیلنج کا مقابلہ ناممکن نہیں لیکن اس کے لئے کچھ عملی کام کرنا ہوں گے۔

ہم بھی عجیب لوگ ہیں کہ قیام پاکستان سے لیکر اب تک سوچوں میں گم ہیں اور ابھی تک یہ فیصلہ بھی نہیں کر پائے کہ ہماری ترجیحات کیا ہونی چاہیں۔ کیا سوچنے کیلئے اکسٹھ سال کافی نہیں ہوتے؟

(بشکریہ روزنامہ ایکسپریس)

قارئین المرشد متوجہ ہوں

حضرت شیخ المکرّم مدظلہ نے متعدد بار اس امر کی وضاحت فرمائی ہے کہ زندگی کے ہر چھوٹے بڑے کام کو انجام دینے کے لئے مسنون طریقہ اختیار کیا جائے اور حقیقت سلسلہ عالیہ کی جملہ تعلیمات اور ذکر و اذکار کا بنیادی مقصد اور حاصل بھی یہی ہے کہ امور دنیا میں ہر قدم پر سنت خیر الانام ﷺ کو مقدم رکھا جائے۔ ماہنامہ المرشد میں بھلائی اور بہتری کے جذبے کے تحت نیک نیتی سے کچھ اشتہارات شائع کر دیئے جاتے ہیں۔ قارئین سے گزارش ہے کہ کاروباری معاملات ہوں یا رشتے ناطے دونوں صورتوں میں مسنون طریقہ اختیار کریں اور مکمل معلومات کے ساتھ اچھی طرح دیکھ بھال کر معاملات طے کریں بعد میں ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔

(ادارہ)

یکساں قانون

اوریا مقبول جان

مہذب زندگی، بادشاہتیں، بڑے بڑے پررونق شہر، تزک واحتشام والے شاہی دربار اور سہولتوں والی دنیا ان لوگوں سے بہت دور تھی ان کے وسیع براعظم اور بدلتی ہوئی تاریخوں والی دنیا کے بیچ وسیع وعریض سمندر آتے تھے۔ ایک جانب بحرالکاہل اور دوسری جانب بحراوقیانوس۔ ویسے بھی ذرائع آمدورفت ہی ایسے تھے کہ معلوم دنیا ہی اتنی وسیع وعریض معلوم ہوتی تھی کہ اسے پوری طرح دیکھنا، اس کے شہروں تک سفر اختیار کرنا ہی مشکل معلوم ہوتا۔ تجارتی قافلے مخصوص بحری اور خشکی کے راستوں پر ہی سفر کرتے کہ کہیں بھٹک نہ جائیں۔ بابل سے سندھ یا مصر سے قسطنطنیہ، لندن سے کلکتہ یا چین سے سیلون، یہی دنیا تھی اور یہیں پر تاریخ بن اور بگڑ رہی تھی۔ ادھر ان سب رنگا رنگیوں سے بے نیاز وسیع وعریض اور گھنے جنگلوں میں یہ لوگ آباد تھے۔ فطرت کے قریب اور پرسکون اور مطمئن زندگی کے امین۔ اپنے وضع کردہ قوانین، اپنی مروجہ مذہبی اخلاقیات اور صلح وجنگ کے خوبصورت اصولوں کے تحت یہ لوگ زندگی گزارتے تھے۔ یوں تو ان کی قبائلی زندگی میں ہر قبیلے کا الگ الگ نام اور پہچان تھی لیکن جب مہذب دنیا کا پہلا انسان نئی دنیا کی تلاش میں سمندروں میں بھٹکتا ان لوگوں کے خوبصورت ساحلوں پر اترا تو دھوپ کی تمازت سے جلے ہوئے جسموں والے مختصر لباس میں ملبوس ان لوگوں کو دیکھ کر وہ یہی سمجھا کہ وہ انڈیا آ گیا ہے اور یوں ان لوگوں کو ان کی جلد کی رنگت کی وجہ سے انڈین یا ریڈ انڈین کہا جانے لگا۔ مہذب دنیا کو فتح کرنے کیلئے ایک علاقہ مل گیا اور محکوم بنانے کے لئے ایک نہتی اور پرامن قوم۔ یورپ کے لٹیرے، قاتل، ڈاکو، قانون کے بھگوڑے اور وہ لوگ جنہیں عرف عام میں آؤٹ لاز Outlaws کہا جاتا ہے جتھوں کی صورت سمندر عبور کر کے ان پرامن ساحلوں پر اُترنے لگے۔ عام جنگلی جانوروں کا شکار کرنے والے تیروں سے مسلح ریڈ انڈین ان کا کیا مقابلہ کرتے۔ لیکن اپنی زمین، اپنے علاقے اور مادر وطن کیلئے یہ ان غنڈوں سے جنگ کرنے لگے۔ کبھی چھپ کر حملہ کرتے اور کبھی سامنے آ کر۔ گھیرے میں آ جاتے تو ان کے ہتھیاروں کے مقابلے میں کچھ بھی نہ کر پاتے۔ مرد مارے جاتے یا غلام بنا لئے جاتے اور عورتیں تعیش کیلئے رکھ لی جاتیں۔ 1492ء سے شروع ہونے والی یہ مسلح یورپی دستوں کی یلغار مدتوں جاری رہی۔ یہ یورپ کے بھگوڑے جب نیویارک، واشنگٹن یا بوسٹن کے مشرقی ساحلوں پر آباد ہونا شروع ہوتے تو ان ریڈ انڈین لوگوں سے معاہدہ کرتے اور پھر اپنا شہر بسا کر ذرا سا فارغ ہوتے تو ان پر حملہ آور ہو کر مزید علاقہ فتح کرنے نکل پڑتے۔ یوں تقریباً پانچ ہزار بار ان معصوم لوگوں سے معاہدے کئے گئے اور پھر انہیں توڑا گیا۔ یہ یورپی لوگ اپنے ساتھ کئی متعدی امراض بھی لے کر آئے تھے جن سے ان ریڈ انڈین کے جسم آشنا ہی نہ تھے یوں مدافعت نہ ہونے کی وجہ سے ہزاروں خسرے اور چیچک ہی سے مر گئے۔ علاقے فتح ہوئے وقت بدلا، ملک وجود میں آئے اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ بن گئی۔ اور یہ ریڈ انڈین اپنے اپنے مخصوص علاقوں میں رہنے لگے جہاں انہیں دھکیلا گیا تھا لیکن جب اس امریکہ نے برطانیہ سے آزادی کیلئے جنگ کا آغاز کیا تو اس جنگ میں یہ قبائل بھی شانہ بشانہ لڑے۔ آزادی کے بعد برطانیہ نے 1738ء میں امریکہ کے ساتھ ایک امن معاہدہ کیا اور بہت سے ریڈ انڈین علاقے بھی نئی بننے والی حکومت کے حوالے کر دیئے لیکن یہ قبائلی لوگ اپنی آزادی کی جنگ لڑتے رہے۔ اب انہیں برطانیہ اور دیگر عالمی طاقتوں کی بھی مدد حاصل تھی۔ مس پسی کے دریا کے آس پاس لڑی جانے والی 1812ء کی جنگ اس اتحاد کی علمبردار تھی جو تیکومشن جیسے ہیرو کو جنم دے گئی جسے آج بھی ریڈ انڈین لوگ دلوں میں بسائے ہوئے ہیں جنگوں کی ایک طویل کڑی ہے جو ان قبائلیوں کے ساتھ لڑی گئیں۔ یہ سب قبائلی اپنے طور پر

ایک مخصوص زندگی گزارتے تھے اور انہیں امریکہ کے ان "مہذب" قوانین سے کوئی سروکار نہ تھا۔

Trial of Tears یعنی آنسوؤں کا مقدمہ وہ داستان ہے جس میں چیروکی قبیلہ لڑتے لڑتے اور پسپا ہوتے ایک خاص علاقے میں جا کر آباد ہو گیا جو اکلوہاما ریاست کے شہر تلسہ کے قریب تھا۔ ایسے بہت سے قبائل ہیں جو امریکہ کے طول و عرض میں اپنے علاقوں میں آج بھی آباد ہیں۔ منی سوٹا کی ریڈ لیک یعنی سرخ جھیل کے آس پاس تقریباً چار اضلاع ان قبائلی انڈین افراد کے ہیں۔

امریکہ کے ان پانچ سو سے زیادہ قبائلی علاقوں میں ان کا اپنا قانون چلتا ہے کون یہاں آباد ہو سکتا ہے' کون داخل ہو سکتا ہے' کس کو ملازمت کی اجازت ہے اس حد تک فیصلے قبیلے کے سردار کرتے ہیں۔ ان کی اپنی پولیس' اپنی عدالت اور اپنا عدالتی نظام ہے اور اس علاقے میں ہونے والے جرائم پر امریکہ کا مرکزی عدالتی حکم نافذ نہیں ہوتا۔ ہر قبیلہ اپنے قبائلی رسوم و رواج کے مطابق زندگی گزارتا ہے اور ان کے جرائم کے فیصلے بھی اسی قانون کے تحت ہوتے ہیں۔ تلسہ سے جب میں اس پہاڑی علاقے کے درمیان وادی میں ایک دو منزلہ عمارت میں پہنچا تو اس کے بڑے سے ہال میں چیرو کی قبیلے کا سربراہ جرگہ کی صدارت کر رہا تھا۔ مقدمہ ختم ہوا تو سردار جو ایک انتہائی پڑھا لکھا شخص تھا۔ لیکن قبائلی لباس میں ملبوس میرے پاس آیا۔ تعارف کے بعد ہم ایک چھوٹے سے کمرے میں بیٹھ گئے جس کی دیواروں پر انڈین وار ہیروز کی تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ میرا سوال عجیب تھا۔ تم فیڈرل قانون کے ماتحت کیوں نہیں آتے۔ لاء سکول کے گریجویٹ سردار نے جواب دیا قانون لوگوں کے رسم و رواج سے جنم لیتا ہے نافذ نہیں کیا جاتا۔ یہی قانون کا پہلا سبق ہے۔ میری عدالت میں انصاف کی حکومت ہے قانون کی نہیں۔ یہاں جھوٹے گواہ نہیں ہوتے۔ یہاں امن عامہ قائم کرنے کیلئے زبردستی ایکشن نہیں کئے جاتے۔ ہمارے ہاں پولیس نہیں۔ ہم سب مجرم کو جانتے اور پہچانتے ہیں اور مجرم ہم سے بھاگ نہیں سکتا۔ آج سے بارہ سال پہلے کا وہ چیرو کی قبیلے کے سردار اور اس کی عدالت کا وہ ماحول آنکھوں کے سامنے گھوم رہا ہے۔ امریکہ کے مہذب ترین معاشرے اور قانون کے اندر یہ جزیرے آج بھی اس لئے قائم ہیں کہ لوگ اسی قانون اور اسی انصاف کو تسلیم کرتے ہیں جو ان کے رسم و رواج اور مذہبی اخلاقیات سے جنم لیتا ہے۔ ورنہ پھر تصادم جنم لیتا ہے۔ جس کو امریکی معاشرہ کتنی صدیاں پہلے بھگت چکا تھا۔ میں نے جن دنوں چیرو کی سردار کی عدالت میں یہ سب کچھ ہوتے دیکھا تو میں اُس زمانے میں بلوچستان کے قبائلی علاقے میں تعینات تھا۔ مجھے ایسا لگا جیسے میں وہیں کے کسی شہر میں آنکلا ہو۔ ویسا ہی پرسکون' ویسی امن وامان کی قابل رشک حالت' اسی طرح کا لوگوں کو اپنی طرز زندگی پر فخر۔ امریکہ کے پانچ سو قبائل کے لوگ تو آج بھی ویسی ہی پرامن زندگی گزار رہے ہیں لیکن ہم وہ بدنصیب ہیں کہ جو بھی قبیلہ یا قوم ہمارے ساتھ راضی خوشی شامل ہوتی ہے ہم اس سے اس کے رسم و رواج اور امن وآشتی کی چادر چھینتے ہیں۔ 1969ء میں سوات میں شریعت نافذ تھی۔ برصغیر میں اس سے پرامن علاقہ کوئی نہ تھا ہم نے ان سے وہ چادر چھین لی۔ صدیوں بلوچستان کے لوگ ایک قبائلی قانون کے تحت پرامن زندگی گزارتے رہے۔ 1961ء میں ہم نے ان سے ان کی چادر چھینی۔ پھر امریکیوں کی کاسہ لیسی میں آج بھی سرحد کے قبائلی علاقوں سے اس قانون کی چادر کو تار تار کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ امریکہ جیسا ترقی یافتہ ملک لوگوں کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ تم جس قانون کے مطابق چاہتے ہو ویسی زندگی گزارو' برسوں پرانا ہو یا صدیوں۔ اور ایک ہم ہیں کہ جس کو جب بھی اور جتنا بھی اقتدار میسر آئے اس کا پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ یہ سب لوگ میری طرح زندگی کیوں نہیں گزارتے۔ قانون سب کیلئے یکساں ہونا چاہئے اور پھر اس قانون کی یکسانیت کیلئے ہم دوسروں پر چڑھ دوڑتے ہیں۔ ہمیں تو بس یکساں قانون چاہیے۔ حکومت کی رٹ چاہئے توپ اور ٹینک کے سائے میں امن چاہیے۔ ہم فاتح ہیں اور فاتحین اپنا قانون نافذ کیا کرتے ہیں۔ لوگوں کے رسم و رواج' ان کی مذہبی اخلاقیات ان کی جان' مال' عزت آبرو سب اس یکسانیت پر قربان کی جاسکتی ہے۔

(بشکریہ روزنامہ ایکسپریس)

THE SPIRIT OF ISLAM

Translated Speech of
Ameer Muhammad Akram Awan
Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah
Langar Makhdoom
12 October 1990

Respected Brothers,

Assalaam-o Alaikum wa Rahmat Ullah.

You know that history is an account of the rise and fall of nations, with man being at the centre of all activity in this universe. The human race was divided into various nations and each nation inscribed its chapter on the pages of history. The development of human civilisation, when viewed through the perspective of Divine Guidance is similar to the growth of a single human being. We observe the birth of a child in this world; he gradually passes from his childhood into adolescence and then to the prime of his youth; here, he touches the pinnacle of his energies and capabilities. Similar is the story of human civilisation.

According to Quran, the story of human civilisation began with the descent of Prophet Adam-AS on earth. The whole religion of that time consisted of the belief in the Unity of Divinity and learning the ways to inhabit the planet, from the Prophet. Prophetic instructions comprised the knowledge about cultivation and agriculture, preparation of food and dress, division of rights and responsibilities, and the like. When mankind grew from its infancy to childhood, it got divided into various clans, nations and countries. **Allah** raised his Prophets amongst various nations commensurate with their natural capabilities and intellectual level. He defined their methods of worship, the criterion of right and wrong, and other systems in accordance with their geographical locations, special environments and capabilities.

The holy Quran tells us that during Prophet Ibrahim's-AS time he was the Prophet on one side of a river, while Hadhrat Lot-AS was the Prophet on the other side. People living on one side were obliged to follow one Prophet whilst the people on the other side were required to follow their own Prophet. The same angels who heralded glad tidings for Prophet Ibrahim-AS on one side, brought Divine Wrath for the people of Prophet Lot-AS on the far side. This does not in any way undermine the greatness of any of the Prophets, because the division was based on separate geographical locations of the two races and their specific environments. Human intellect, imagination and other faculties were still developing, and civilisation had not yet matured. I classify that period as the adolescence of human civilisation. When this civilisation bloomed into its prime youth breaking all geographical barriers and intertwined into one international community, **Allah** sent his universal Prophet Muhammad-SAWS. He was sent for the whole universe, for entire humanity, for all times to come. His advent broke all the humanly conceived barriers of country, colour, creed and time. The Divine Ordinance specifying different orders for different nations was replaced by one comprehensive and uniform system binding humanity into one single unit. Now, all Divine Commands have to be universally followed by each member of the human family without any discrimination, whatsoever.

Once I read the story of a Majzub, who begged for food at a door. A girl brought him some bread. When he looked at her, he refused to accept and turned away. Per chance, the head of the family came along and the girl related the incident to him. He asked Majzub the reason for his refusal. The Majzub replied, "When I looked at the girl, I reckoned that she was still unmarried.

The development of her body revealed the Divine plan to prepare her to care for her children which she may beget in the future. I felt ashamed of my assessment about the Mercy of my Lord. **He. Who** is arranging for the complete sustenance of someone to be born in the distant future must have arranged for me also. Why should I then stoop low to beg from fellow humans?"

The Divine wisdom provides for the means to fulfil a requirement much before the realisation of that requirement. He creates the resources first and the needs later. However. our limited intellect may not be able to appreciate this system. Humanity has become one family in fourteen hundred years. The whole world is like one home and it is now conveniently possible to offer each prayer in a different country or go around the world in a single day and night. But. **Allah** sent a Book fourteen hundred years ago that contained the solutions of today's problems and requirements. At that time. one could never imagine that an Arab would ever pray under different geographical and climatic conditions such as Siberia, Western America or Sweden. **Allah**, in **His** Divine Wisdom, however, catered for all future contingencies and provided their answers, centuries in advance, through his holy Prophet-SAWS.

The central point that I want to emphasise is that advent of the holy Prophet-SAW has divided humanity into two distinct groups. It was previously divided into many nations, but his arrival united the whole humanity into one family with only two classes or groups. The first group consists of those fortunate people who believe him and the second group comprises those who deny him. This is the fundamental point in the whole philosophy of Prophethood. If some one is unable to understand this, he has actually not understood the real object of Prophetic mission.

You must have heard of many revolutions in human history but this universe has seen only one real revolution: the advent of Prophet Muhammad-SAW. This event has certainly no parallel in history. There did exist numerous civilisations, systems and governments but there was not a single soul which sincerely remembered **Allah**, in any corner of the globe. In that scenario, humanity witnessed a lone slave of **Allah** inviting mankind towards its Lord. Within one quarter of a century this movement subdued all false deities and the whole world echoed with the proclamation of **Allah**'s Greatness. That is the real revolution. parallel of which has never been witnessed by humanity. You would come across many chapters of cruelty, devastation and destruction in the annals of human history, but there is only one chapter about human unity and brotherhood. That chapter was written by the message of the holy Prophet Muhammad-SAW. The strong current of guidance washed away all geographical borders, diversified cults and cultures, national prejudices and customs, and left behind a radiant model of human excellence, a Muslim! A Muslim is only a Muslim and Islam is his nation! He is neither white nor coloured, neither Eastern nor Western, neither a Russian nor Japanese, nor a Chinese and not even an Arab. He is just a Muslim, first and last. According to a Hadith, all Muslims are like blocks of the same wall and support each other. According to a Divine declaration, different countries, tribes, clans and families assist in identification and recognition only: otherwise the nation of all Muslims is only Islam. *Those who believe in that which was revealed onto you and that which was revealed before you and believe in the Hereafter. They are the ones rightly guided by their Lord and they are the successful.*

Besides Muslims, there is only one group, of those who reject the truth. They are all bonded together into one nation. They may vary in their degree of rejection, some may be more resolute than others but they all possess the common element of disbelief (Kufr). As disbelievers, they belong to the same class of Kafirs. All Muslims are not of equal status, some may excel others, but as an Ummah (nation), they are all Muslims. Similarly Kufr is one nation: its members may be Kafirs of varying levels. Kufr denotes rejection of truth and symbolises arrogance and evil. Islam

signifies obedience and connection with **Allah** and **His** Messenger-SAW. The Quran calls the Muslims as **Allah**'s Army and brands the Kafirs as the devil's militia. This division existed since the birth of humanity. Both forces are deployed against each other, ever since. Followers of Prophets were always confronted by minions of devil. Kufr has always remained a united force. Islam fused all Muslims into one power. The important question, however, is, why did **Allah** knit all Muslims into one family? Why did **He** send such an exalted Messenger and why did **He** reveal such a Great Book which contains the solution of all problems of entire humanity for all times? It has an extremely sublime purpose. We observe that scientific principles undergo changes in different geographical and climatic environments. The effects of medicines also change at different places. A medicine will have different effects in deserts and in snow clad areas. But the Quran presents such universal and eternal principles and systems that never change under any circumstances. They are equally applicable in the desert as well as in the snow bound areas. The system of worship remains unchanged in the whole world, be it the West or the East. A coloured Muslim bows before his Lord in exactly the same manner as does a white. An emperor may be led by an ordinary Muslim during Salah. Quranic principles are neither Eastern nor Western, they are neither for the rich nor for the poor, they are for every one, for all times.

*Allah is He, Who sent **His** Messenger with guidance and true religion.* This Divine verse describes **Allah** as the Supreme Being Who sent **His** Exalted Messenger with guidance and a perfect way of life, to overwhelm all other ways. The purpose of Islamic revelation is not fulfilled with simple verbal proclamation of the Faith but it demands complete domination of all other codes of conduct. Let it not be misunderstood that Muslims want to impose themselves on other nations under this pretext. It is not like Hitler's claim of German superiority. That is not the intent of Islam. It recognises Muslims as people who have no ambitions of their own. They strive to implement **Allah**'s Commands so that the creation is ruled under the laws of their Creator. The oppressor, who persecutes his fellow beings by his unlawful personal authority, should be reined in. That is Islam! What is real Islam and what is its mission? The real mission of Islam is to break the strength of Kufr, rescue humanity from all types of cruelty, oppression and persecution, and illuminate the whole world with the light of Divine Truth. This statement generates a natural question that, if this is Islam, what are worships like Salah, Saum, Hajj and Zakat? In my opinion, they are not Islam in themselves. Don't pass any verdict against me until you hear me completely. I feel these worships are not Islam but they are the means to invoke Divine Help required to follow Islam. According to my knowledge and understanding, we acquire Divine Mercy, Help, Blessing and Strength through these worships. Then, we set out with this strength to follow Islam which aims at obliteration of Kufr, cruelty, oppression, false domination and rule of human beings on their fellow humans. Now, if some body keeps praying but does not step out in the practical life, he is like a soldier who keeps on accumulating munitions of war but does not go to the battlefield. On the other hand, people who are striving in practical life but do not worship **Allah**, are like those soldiers who are confronting the enemy empty-handed. This is the basic reason of Muslim degradation in the whole world. It is not that there is any dearth of worshippers, pilgrims or statesmen in the Ummah. Each category exists in plenty, but the tragedy is that the worshipper does not understand practical life and those who are striving in life don't perform worship. The soldier who has the weapon and ammunition does not go to the front and the soldier who is standing on the front is without arms and ammunition. Defeat is the lot of both.

When Muslims conquered Makkah, it was yet another revolution within the grand revolution. The 'City of Peace' had not protected them earlier and they had to flee for peace, leaving behind all their wealth and property. **Allah** made them return, as conquerors of the centre of Arabian might. Let us see their reaction. Did they plunder the city? Did they celebrate their dominance

and massacre the local population? No, not at all! On the contrary when they were offered their houses and property that they had abandoned in the way of **Allah**, they did not accept them back, for expectation of Divine Reward. Even the holy Prophet-SAW offered Qasr (reduced) prayers in Makkah, because he had migrated from the city for good. Is it possible to imagine that those people who refused to take back their own property could ever loot others? The holy Prophet-SAW gathered the city lords and asked, "What do you expect from us"? They were the people who had blocked his entry to the House of **Allah**, had pelted him with stones and had besieged his whole family in Shoab Abu Talib for three years. Now, they unanimously submitted, "You are our noble nephew, son of our noble brother. We expect nothing except kindness from you". He declared, "I shall announce for you what Prophet Yousuf-AS had announced for his brothers. There is no burden on you today. You did what your conscience bade you: we shall do what suits our status. **Allah** shall reward us for that."

Islam did not wage any war to conquer countries or annex wealth, but to replace oppression and injustice with the Divine System of peace and justice. When the idolaters were brought to Madinah as prisoners of war, they were allowed to worship their idols and false deities. No body stopped them. They enjoyed complete religious freedom. But, in due course, they were so overwhelmed by the truth and nobility of Muslims that they broke their idols with their own hands.

So what is Islam in reality? It is the movement to terminate undue human domination, ward off the gloom of Kufr and illuminate the world with the light of Divine Unity. It is the effort to spread peace and justice. It is the strength to check oppression. Then what is the purpose of Salah, Saum, Zakat, Hajj and other worships? They are the means to acquire Divine Help to establish Islam. They have their own significance. Unless a Muslim fulfils both obligations, he does not deserve to be called a real Muslim. In any opinion, we would qualify as real Muslims only when we spend our nights on the prayer mats and our days on the horsebacks.

We have no dearth of scholars, pious people, preachers, teachers and the worshippers but the evil and vice are increasing each day. How would we eliminate oppression from other parts of the world when it has started knocking at our own doors? How would we dispel Kufr from the world when it is flooding our own hearts? We don't have the courage to establish Islam in a country which was founded in the name of Islam. Let the country alone, we don't possess the strength to practise Islam in our homes. Our problem is that our religious people evade the rigors of practical life and those who have elected to jump into practical life have left religion on the shore. Most of them strive for wealth, power and prestige. They don't want to establish equality and justice. A person, who usurps the rights of others can neither administer justice nor help others to get their rights.

In my opinion, Islam basically aims at establishing the Divine Code revealed through the holy Prophet-SAW over all worldly systems, cultures, civilisations, thoughts and conduct. But, if we ignore this responsibility and instead indulge in long sessions of Zikr and meditations, we may fail to attain salvation in the Hereafter. We would be like the soldier who accumulated heaps of weapons but did not go to the warfront. He is committing an offence. Similarly the soldier who throws his weapon and foolishly runs around in the battlefield merits no reward. Both deserve punishment. We are similarly undergoing Divine punishment in this world; may **Allah** forgive us in the next! Could there be a greater punishment that, while lamenting for the Dome of the Rock since years, we have exposed the K'abah and the Green Dome (the Tomb of the holy Prophet-SAW) to the Jews. Isn't it shameful that American Jew soldiers should come to protect the House of **Al-**

lah? It would have been better to let it crumble. Even the Quraish of Makkah were far better than the present Muslims. When Abraha attacked Makkah, they prayed: "Oh Lord! We cannot defend **Your** House against Abraha. We are leaving. Protect **Your** Own House **Yourself**." They at least believed that the Owner of the House was capable of its protection. If you could not protect **His** House, you should have also handed it over to **Him**. But you didn't trust **Him** even that much. For the protection of **His** House, you invited a Kafir, someone who is prohibited from even entering the holy Precinct. I was going through the verdicts of some of the renowned religious scholars who had tried to justify this act of the Saudi Government. I only wish that they had earned their living with their own hands and told the truth to people. They thrive on alms and charity throughout their lives and are therefore compelled to sell their decrees. That is their problem. No religious scholar, unless sponsored by Saudi Arabia could justify this act. Such scholars, who can not even tell the truth, are the most useless class and a burden on the nation. They cannot declare that a Kafir is not allowed to enter that land. He cannot be recruited in a Muslim Army for the defence of an Islamic State. He cannot be inducted for Jihad.

There are only two ways for a Kafir to live. Either he becomes a Muslim and enjoys equal rights or else he pays the head tax and comes under Islamic protection. There is no third relationship of coexistence between a Muslim and a Kafir. In both cases, he has to live under Divine Law and not under his own law. A few days back, I read in the news paper, that the Saudi police had apprehended some couples of the US army, stationed in Saudi Arabia, for kissing publicly. The issue was raised at the government level. The US Secretary of State visited Saudi Arabia and made it clear to the Saudis that their troops were US citizens who were governed by US laws and not Saudi laws. It is strange that our Islam comes out unscathed from all such universal humiliation. We have practically sold the House of **Allah** and the Tomb of the holy Prophet[SAW] to the Kafirs and feel satisfied that our Islam is still quite safe.

That is still an external affair. Let's look inside our own country. Dwellers of a dark house should try to light their own house rather than counting the lights of others. Our first problem is that our election system is fundamentally un-Islamic. Islam accepts the decision of piety and not of majority. If majority was to be taken as the criterion of truth, then Makkans pagans were in far greater numbers as compared to the Muslims. Again, who had the majority during the battle of Badar? Let's see a general principle. **Allah** has declared: *Few of My slaves are grateful*. It implies that through the present democratic system, only bad people would get elected, because they are always in majority. But we have different priorities. We are fighting each other over the possession of mosques and shrines. We are quarrelling over petty financial gains flowing in from unfounded religious customs. No body has the time to think about religion, country or nation. Now, we cannot change the present election system, whether it is right or wrong. However, through the same system, we can elect such people who can modify it and bring it in conformity with the Islamic election system given by the Quran and the holy Prophet[SAW].

But, we shall have to identify our nation first. Here, every one is Punjabi, Pathan, Sindhi or Baluchi. To top it all, the other day, a bearded scholar claimed on the TV, that ours is a multinational country. He did not know that only disbelievers have many nations. The nation of all believers is only one and that is Islam. Within this single nation, we may have different names, castes, clans or cities to establish our identity, but our nation is Islam. In that perspective, we have to define our nation and elect our national representatives.

Did you see the kind of people whom you elected previously? They betrayed your confidence and sold your trust, religion and country. Have you ever heard about the national assembly of a country being put on sale? By **Allah**'s grace, I have visited almost every country except Israel and I haven't seen or heard anything like this anywhere. No doubt, those members who sold their political loyalty are big criminals, but those who founded this tradition and lured them into this crime are even bigger rascals. It is not the question of any individual or party, but any one who introduces such political trading in the national assembly, commits such a heinous crime that he does not deserve to breathe on this soil. If the people of this country had any honour, such a person would not survive here. Our rulers belong to a weird species of mankind. If they are not in power, they go abroad to live in France or Britain, only to return to Pakistan to rule again. They have a different home and a different dominion. They rule this country but import their drinking water from France and their clothes from Britain. Shameless indeed is the Muslim who votes for them and dances merrily on their victory.

I am not interested in any individual. I am not contesting elections. My mission is much superior to just winning a seat through the election. I want to change the whole environment. The result, of course, depends on Divine Will. I may not be able to move a straw or I may succeed in reawakening the whole Ummah. My target is the whole Islamic nation and my country. I don't want a seat in the assembly. I don't aspire to become the President or minister. I am quite content in my apartment of the mosque. But I will certainly want that the President and Prime Minister of this country be Muslims and the country be ruled under Islamic Law. The authority should belong to **Allah** and **His** Messenger-SAW. I say that because the group that sold your country and assembly claims to be the servants of people. What service could be greater than to sell such servants themselves? Even cattle owners think many times before deciding to sell their animals. But these people didn't bother even that much. In my opinion only those members who did not sell their political loyalties and didn't contribute towards dissolution of the assembly, deserve to be re-elected. They are no angles either. Pardon me, I don't want to insult anyone but there are not many good people in the assembly. There is evil on both sides, the only difference is that one side has a lesser count. My knowledge is limited but what I have seen of them, I haven't seen much good in them. Now, if you cannot change the whole system at once, you should at least try to elect the lesser evil. That would make some positive difference. If some one is suffering from high grade fever of 105 degrees and you can not bring the temperature down immediately, you can try to lower it down gradually. The patient would feel slightly better, and so will this country and this nation. But if you let the temperature rise to 108 degrees, you would soon be carrying a corpse on your shoulders. That is exactly what may happen to this country. It is no good to divide ourselves into separate people like Punjabis, Pathans, Sindhis or Baluchis. This is an un-Islamic division. A Muslim is only a Muslim, wherever he may be. He may belong to Punjab, Frontier, Sindh or Balochistan, it just would not matter. He may be from central Asia, Australia, Japan, China or Western America; he would be the same Muslim throughout, for he would have the same faith, the same Book and the same Lord.

The second point which I want to emphasise is that Islam does tolerate minor differences. There should be no dispute in the fundamentals of faith such as, Unity of Divinity, Prophethood of the holy Prophet Muhammad-SAW, the Book and the Hereafter. Now, if one wants to offer the Zuhr (afternoon) prayers at 1. 30 PM and the other thinks it is better to offer it at 2 PM, this is no real dispute. Such minor differences are acceptable. If one raises his hands at every Takbir during Salah and the other doesn't, it is alright. Every body has a different level of knowledge and understanding. The Hanafis contend that the order to raise the hands is meant only for the first Takbir of the Salah. The others maintain that it is for every Takbir during Salah. This small dispute

should not spark a Kufr-Islam conflict. Both remain equally good Muslims. Similarly, some one may choose to recite the Darud (salutations for the holy Prophet-SAW loudly, while the other may recite it quietly. again this does not become the criterion of Islam or Kufr. It is totally unjustified to create different religious sects on such flimsy pretexts. Learn to accommodate and tolerate each other. However, a person like Ghulam Ahmad Qadiyani, who claimed Prophethood, has nothing to do with Islam. The group that identifies itself as a separate religious creed and wants to enforce Fiqh-e Jafariah against the Fiqh given by Prophet Muhammad-SAW has also crossed the religious parameters. Their beliefs regarding Divinity, Prophethood, the Book and the Hereafter differ from those of Muslims. They have different faith and follow entirely different procedures for Salah, Wudhu, burial, marriage, divorce etc. Whatever else the may be, they certainly are not Muslims. If they are Muslims then (**Allah** forbid) we are something else. Only one of us cab be right and deserves to be called Muslims. Both factions can not be called Muslims. There was yet a third creed that denied the Hadith. It has been eliminated by **Allah**. Denial of Hadith is Kufr of the same degree as denial of the Quran. After the death of its founder, this creed has gradually vanished. Its remaining members are also Kafirs. Besides them, all the rest are Muslims. Some may be sinful, others pious; some may be more virtuous than others, but even a delinquent Muslim is billion times better than a Kafir.

You have to cast your votes. I don't know your candidates personally. I am telling you these principles because you trust me. You expect me to guide you. It is my duty to advise you with the understanding granted to me by the Gracious Lord. Beyond that is your discretion. It is **He Who** grants the power of decision and action, and to **Him** you all are answerable. I am responsible to give you the best and the correct advice. I don't expect any thing from the government. Thanks to **Allah** who has never allowed me to beg at the doors of the rulers. I am sure **He** will protect my self respect in future also. It is **His** Infinite Mercy that **He** attends to all my needs **Himself**. Being a citizen of this country I don't have to knock at any door. This is because I want to live honourably. It is most respectable to beg from **Allah** and it is equally disgraceful to beg from any body else. It is better to eat dry bread rather than beg for a roasted chicken. As you are going to vote so I am trying to give you good council. It would be unfair not to vote. Vote you must!

If you don't like this system then muster the courage to change it. You shall have to induct those people, in the present system, who can change it. You shall have to search such people. It is said that many millions are required to contest elections. But, why do you spend so much money? Why can't you create an organisation which nominates a good candidate from your area and get him elected unopposed? Are we all not Muslims? Don't we know our candidates? We sow the seeds of dishonest elections ourselves, when we start using their money during the electioneering campaign. Naturally, when such people are elected, they trade our sweat and blood to compensate for their expenditure. We relish their food and drink, and they level the score by buying plots and bungalows at our cost. Until we organise ourselves and send truthful, good, honest and really deserving people to our provincial and national assemblies, we shall continue to suffer. Such humiliation shall remain our fate. Those who sell their votes to undeserving candidates for petty gains, should know that when such unsuitable persons reach the assemblies, they rightfully concentrate their attention on regenerating their spent capital. They forget the difference between right and wrong and may even sell the country and religion in the process. Such lapses have resulted in the invitation for Kafirs to protect our holy Land. Wake up and try to restore your honour now:

I am against leaving **Allah**'s Zikr but I don't favour people leaving practical life under the pretext of doing **Allah**'s Zikr. Illuminate your nights with the light of **Allah**'s Zikr and spend your

days in braving the practical problems of worldly life. Prove your worth and establish your status amongst the nations of the world. **Allah**'s Zikr has a lot of force. But don't spread it as a cloak on your grave. Don't use the Quran to relieve the death pangs only. Carry its strength to the practical life. This is the elixir that radiates and inspires life. Discover the secret of life in it. Establish your existence. Influence your surroundings, if you cannot influence the whole world. The candidates of your constituencies should rest assured that your votes are reserved for the pious and honest candidate. No body can pressurise you to vote for an unsuitable person. After all, you have to make a start from somewhere. Union of tiny drops causes rain torrents and floods. A tiny match stick ignites large fires that burn countries. The Second World War was sparked by the murder of a lieutenant. Big events are always initiated by small events.

The holy Prophet[SAW] was alone atop the Mount Safa when he invited the whole humanity towards **Allah**. You should also take a start. Usually we hesitate to take the initiative ourselves and keep waiting for others to join. Don't wait for any body else. Go ahead, in any number, anywhere. Let's hear that due to the effects of **Allah**'s Zikr you can neither be pressurised nor lured and nor yet black mailed, and the only standard of your judgement is virtue and honesty. Let the strength of your convictions be felt during the forthcoming elections. Would you be able to do it? This is the colour which Islam desires to witness in a Muslim. The holy Prophet[SAW] was sent to create this strength of commitment to the truth. This is the real Islam!

Let us pray together. "Oh **Allah** help us, preserve this country and bring the righteous to rule it. We promise with you in the presence of our Mashaikh that, for the sake of your Exalted Name and the domination of Your Religion, we will elect the best people." I don't recommend any particular person. You know the candidates of your areas better than I do. I don't recommend that he must be a spiritual leader or a religious scholar. A religious person, who tells lies, is worse than an apparently non practising Muslim who is capable and honest in his dealings. The latter may be a better choice in practical life. Non adherence to worship is a sin but dishonest dealing is a far greater sin. The former harms the individual but the latter destroys the whole society. Weigh the evil and vote for the lesser. May **Allah** retrieve this nation from the clutches of traders! You should take a start; by **Allah**'s grace, your sincerity would attract many more. You shall find that there is no dearth of positive people who want to do good. The problem is that no body dares to come forward and face the initial brunt. This nation has abounding potentials for good, if only some body could take the initiative. There are many people who may not pray or do Zikr but they are resolute in their support for the truth.

May **Allah** grant us the understanding of this Deen and the capacity to follow it earnestly!

درج ذیل بیماریوں کے علاج کے لئے رجوع فرمایئے!
(1) زنانہ' مردانہ بانجھ پن (2) ہیپاٹائٹس B&C (3) بلڈ کینسر (4) دل کی شریانیں اور والو بند ہونا۔
(دل کا آپریشن کروانے سے پہلے ایک بار ضرور رابطہ کریں)
ادویات بذریعہ ڈاک بھیجی جائیں گی۔
رابطہ کیلئے 0345-8960642 اوقات رابطہ : دن 2:00 تا 4:00 بجے (اس کے علاوہ زحمت نہ فرمائیں)